وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون (الحديث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف:
حضرت مولانا فصیح اللہ دامت برکاتہم العالیہ
استاذ جامعہ بنوریہ العالمیہ کراچی

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

حضرت مولانا فصیح اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
استاذ جامعہ بنوریہ العالمیہ

تصدیق

شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ



بیت الاشاعت کراچی
0321-7556284

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا فصیح اللہ صاحب مدظلہ

آپ جامعہ بنوریہ العالمیہ سائٹ کراچی کے مدرس ہیں۔ آپ نے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کے نام سے کتاب شائع کی۔ جس کے آخر میں حضرت علامہ بیہقی اور حضرت علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے رسائل بابت حیات الانبیاء کو بھی شامل کیا۔ وہ دونوں اس مجموعہ میں پہلے سے شامل ہیں، اس لئے یہاں سے حذف کر دیا۔ البتہ مولانا فصیح اللہ صاحب مدظلہ کی کتاب عقیدہ حیات النبی ﷺ کو مکمل و اکمل اس مجموعہ میں شامل اشاعت کرلیا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

استاذ العلماء شیخ الحدیث ورئیس الجامعۃ العوریۃ العالیہ سائٹ کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

ہمارے علماء دیوبند اور اکابر مشائخ کرام کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں متفقہ عقیدہ ہے کہ ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

اس موضوع پر مدلل کتاب حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے عقائد علماء دیوبند پر مشتمل کتاب المہند علی المفند میں یہ عقیدہ مشائخ دیوبند کے دستخطوں کے ساتھ مذکور ہے۔

ہمارے جامعہ کے شعبہ دار التصنیف کے رفیق اور جامعہ کے استاذ مفتی سید فصیح اللہ شاہ نے بھی اس موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب تیار کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اہل سنت والجماعت، علماء دیوبند کے اس عقیدے کی آسان زبان میں ترجمانی کی گئی ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے علم و عمل میں برکت عطاء فرمائے۔ شیخ الحدیث مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم العالیہ

تقریظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد اپنے اجسام عنصریہ مادیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ مگر بعض ناعاقبت اندیشوں نے امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدہ سے نہ صرف یہ کہ انحراف کیا بلکہ اپنی باطل تاویلوں کے ذریعہ امت میں گمراہی پھیلانے کی بھی بھرپور کوشش کی۔

اگرچہ ہر دور میں اس موضوع پر اہل حق نے قلم اٹھا کر امت کی راہنمائی فرمائی اور خدمت دین اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کیا۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی برخوردار مفتی سید فصیح اللہ شاہ صاحب سلمہ اللہ کا زیر نظر یہ رسالہ بھی ہے۔ موصوف نے اپنے اس رسالے میں ا ربان میں عام فہم اور سادہ انداز میں اس موضوع پر کام کیا ہے، جو چھوٹے چھوٹے عنوانات، مختصر پیرایوں میں اکابرین امت کی شہادتوں اور آراء سے مزین ہونے کی بناء پر ہر عام وخواص کے لئے مفید اور خاص کر اہل علم طبقہ کے لئے گراں قدر ذخیرہ ہے۔

دعا ہے کہ رب کریم موصوف کی اس کاوش اور محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمانے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے صدقہ جاریہ اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

فقط: بندہ عبداللہ شوکت کان اللہ لہ

رئیس دار الافتاء جامعہ بنوریہ العالیہ سائٹ کراچی ۱۶

۱۳/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تا قیامت معتبر دین ٹھہرایا اور اسی میں جن وانس کی دنیوی واخروی کامیابی کو مضمر رکھا ہے۔ دین، عقائد اور احکام کے مجموعے کا نام ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ان دونوں چیزوں (عقائد واحکام) کو بھرپور انداز میں واضح کیا گیا اور ان میں اٹل فیصلہ مذکور ہے کہ جو دین اسلام سے انحراف کرے گا وہ کسی طرح کامیابی نہیں پاسکتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو یہ اعزاز اور خاصیت بخشی کہ یہ امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جن عقائد پر امت کا اجماع ہوگا وہ حق اور صحیح ہوں گے اور جو امت محمدیہ کے اجماعی موقف سے ہٹے گا وہ گمراہ اور جہنمی ہوگا۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی کج رو قسم کے عناصر نے اسلامی عقائد میں تحریف کی کوشش کی اسی زمانہ کے مقتدر علماء ومشائخ نے ان کی تحریفات کی قلعی کھولی اور انہی سربازار رسوائی اٹھانی پڑی۔ اس کی مشہور مثال ''خلق قرآن'' کا فتنہ ہے۔ معتزلہ نے کلام الٰہی کو مخلوق کہا اور اس کے صفت الٰہی ہونے کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے عالم باعمل امام اہلسنت والجماعت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا فرمایا اور ان کے ذریعے سے اس فتنہ کو ایسا دبایا کہ آج تک کسی کو دوبارہ اس طرح کی فتنہ انگیزی کی ہمت نہ ہوسکی۔

''انبیاء کرام علیہم السلام کا وفات کے بعد قبروں میں اپنی اجسام عنصریہ مادیہ کے ساتھ زندہ ہونا'' انہی اجماعی عقائد میں سے ہے اس مسئلہ میں اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیوی موت آنے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ اور متصف بصفت نبوت ہیں۔ جب کہ ایک گمراہ فرقہ ''کرامیہ'' کا عقیدہ ہے کہ وفات کے بعد نبوت باقی نہیں رہی۔ اس لئے انہوں ۴۴۵ھ میں یہ عقیدہ گھڑا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں اور مردہ نبی نہیں کہلایا جاتا اور اس کی نسبت امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کردی کہ وہ انبیاء کرام کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کی سرکوبی کا جھنڈا علماء وقت کے سرخیل مشہور محدث ومحقق حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپا۔ انہوں نے اس فتنہ پرور گروہ کا تعاقب کیا، عقیدہ حیات کے متعلق تمام احادیث کو اکٹھا کرکے ایک مجموعہ تیار کیا اور احادیث کی روشنی میں اس عقیدہ کی وضاحت کرکے امت کی رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمانی فرمائی اور عوام الناس کے سامنے کرامیہ کے جھوٹ کی حقیقت کھول دی اور فرمایا کہ امام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے جو ان کی طرف کرامیہ منسوب کرتے ہیں۔ بلکہ وہ انبیاء کرام کی حیات اور نبوت کے قائل ہیں۔ چنانچہ بڑی مشکل سے یہ فتنہ دبا اور امت کو صحیح ڈگر ملی۔

مگر سوء قسمت کہ ۱۹۵۸ء میں ایک مرتبہ پھر کرامیہ کی بوسیدہ ہڈیوں میں روح بھرنے کے لئے کچھ عناصر اٹھ کھڑے ہوئے اور توحید کی چادر اوڑھ کر دیدہ دانستہ اس اجماعی عقیدہ کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اسے شرک کی بنیاد قرار دیا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ ہم فرقہ ضالہ کرامیہ کی ترجمانی کررہے ہیں یا امت مرحومہ کا بیڑا غرق کررہے ہیں۔ جس طرح معتزلہ نے توحید کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا اور صفات کے متعلق وارد نصوص

میں تحریف کی۔ بعینہ اسی طرز پر کچھ کج قلموں اور کج رہوں نے اس مسئلہ میں غلو اختیار کر کے حیات انبیاء جیسے اجماعی عقیدہ سے امت کو منحرف کرنے کی ناپاک جسارت کی اور حیات انبیاء کے متعلق نصوص میں باطل تاویلیں کیں۔

اللہ تعالیٰ نے حق کے دفاع، امت کی رہنمائی اور اہلسنت والجماعت کے اصل مؤقف وعقیدہ کی ترجمانی کے لئے علماء دیوبند کو ہمت عطا فرمائی۔ ان کی مساعی جمیلہ کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس فرقہ کی حقیقت اور گمراہی عوام الناس کے سامنے آشکارا ہوگئی۔ بعض علماء حق بھی فتنہ انگیزوں کے فریب کا نشانہ بنے اور معتزلیوں نے پس پشت انہیں ہوا بھی دی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فرزند ارجمند حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ انہیں عقیدہ حق کی طرف رجوع کی توفیق بخشی، چنانچہ انہوں نے تحریری طور پر اس فرقہ سے برأت کا اعلان بھی کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عقیدہ حیات الانبیاء پر اکابر اور دیگر مقتدر علماء نے اجمالی، تفصیلی بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور وہ منظر عام پر بھی آچکی ہیں۔ اب یہ عقیدہ کسی بھی وضاحت کا مزید محتاج نہ رہا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ دور کس تیزی سے انحطاط کی طرف جارہا ہے، دن بدن جس سرعت سے علمی استعداد اور معیار گھٹتا جارہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ درس نظامی کی کتابیں جن میں اساتذہ کی محنت، اداروں کا نظم ونسق اور وفاق المدارس بورڈ کی خدمات قابل ستائش ہیں جب کہ اس کے امتحانی نتائج پر افسوس ہوتا ہے۔ پھر خارجی مطالعہ اور مذاہب وفرق ضالہ کے متعلق معلومات کا کیا کہنا۔ عام طور پر ہمارے طلبہ کو اہل سنت کے عقائد، ان کے اصل مؤقف، پھر دلائل، اہل ضلالت کے شبہات اور ان کے جوابات کا علم ہی نہیں ہوتا۔ بعض طلباء اپنے ذوق سے تھوڑی بہت معلومات جمع کر بھی لیتے ہیں، لیکن جب کبھی دشمنان اسلام کا سامنا ہوتا ہے تو ان کے ڈھکوسلوں اور کھوکھلی تاویلوں کے سامنے پریشان ہوجاتے ہیں۔

پھر جب اساتذہ (اگر ناراض نہ ہوں تو) کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو اکثر وبیشتر ایک ہی جواب ملتا ہے کہ یہ (عقیدہ حیات) اختلافی مسئلہ ہے اس کے متعلق خاموشی بہتر ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم نے طالب علم کو ایک اچھی نصیحت فرمائی یا اہل زیغ کے ہاتھ تھما دیا۔ اس لئے کہ عقیدہ حیات انبیاء پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے جو متواتر چلا آرہا ہے۔ مگر کج رہوں کا پروپیگنڈہ ہے کہ اس عقیدہ کو بھی دیگر فروعی اختلافی مسائل کی طرح اختلافی متعارف کرایا جائے تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو شکار کرنے میں آسانی ہو۔

اس صورت حالت کو دیکھ کر کئی سالوں سے راقم کی دلی تمنا تھی کہ موجودہ دور کی استعداد کے مطابق اس مسئلہ پر ایسا کام ہونا چاہئے جس سے اس عقیدہ کی آسان الفاظ میں وضاحت ہوجائے اور عام فہم انداز میں اہل سنت کے دلائل، مخالفین کے شبہات ووساوس اور ان کے جوابات کو سمجھا جاسکے تا کہ مجھ جیسے طلبہ بھی مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے ساتھ ساتھ فتنہ پروروں کے شکار سے محفوظ رہ سکیں، بلکہ دفاع کے قابل بن جائیں۔ امید واثق ہے کہ اس کوشش کے بعد اکابر کی علمی کاوشوں سے استفادہ کرنا بھی آسان ہوگا۔ گویا میری یہ بے ربط اور انشاء وادب سے عاری تحریر، نورانی قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان شاء اللہ اس کو پڑھ لینے کے بعد اکابرین کی کتابوں سے استفادہ کرنے میں سہولت ہوگی۔

نیز آخر میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ بنام ''حیاۃ الانبیاء فی قبورہم'' اور ''الحاوی للفتاوی'' سے ماخوذ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' مع ترجمہ وعنوانات ملحق کیا گیا، جس کے دو مقصد ہیں:

۱...... ایک یہ کہ اکابر کی کتابوں میں اکثر ان دو رسالوں کے حوالے پائے جاتے ہیں مگر عام طور پر اصل رسالے میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم طلباء کو اہل زیغ صرف یہ کہہ کر خاموش بلکہ شک میں ڈال دیتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ کتابیں دنیا میں موجود بھی ہیں کہ نہیں؟ ان شاء اللہ ترجمہ اور وضاحتی عنوانات سمیت یہ رسالے ہر عام وخاص کو میسر ہوجائیں گے تو ایک طرف استفادہ کا موقع ملے گا اور دوسری طرف وسوسہ اندازوں سے حفاظت ہوجائے گی۔

۲...... دوسری غرض یہ ہے کہ منکرین حیات انبیاء جیسے متعصب ٹولے کے لئے یہ دونوں رسالے ایک فیصلہ کن چیلنج اور سادہ لوح عوام کے لئے دعوت حق ہیں۔ کیونکہ منکرین کی طرف سے دن رات جلسوں، جمعہ کی تقریروں، خصوصاً درس قرآن میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ قبروں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ نہ ہونے پر اور دیوبندیوں کے موقف (جو المہند میں مذکور ہے) کے خلاف ہمارے پاس کم از کم پانچ سو آیات اور اٹھارہ سو احادیث ہیں اور پھر غیر متعلقہ آیات سنا سنا کر اپنے فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جن آیات اور احادیث سے آج استدلال کیا جارہا ہے، کیا سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی ان آیات اور احادیث کو جمع کر کے حیات النبی ﷺ کی تردید کا عنوان باندھا ہے؟ کسی ایک محدث نے ان احادیث کو جمع کر کے محض پانچ سے دس صفحات پر ہی مشتمل کوئی جز تیار کیا ہے؟ حالانکہ رفع الیدین وغیرہ فروعی مسائل میں محض ترجیح کا اختلاف ہے، پھر بھی محدثین نے متعلقہ مسئلہ میں احادیث کی اجزاء تیار کیں اور عنوان لکھ کر ان کے تحت احادیث کو جمع فرمایا۔ لیکن جس مسئلہ کے مان لینے سے (بقول منکرین) امت کا کئی شرکیہ عقائد واعمال میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اتنے اہم مسئلہ سے تمام محدثین کیوں کر غافل رہے؟ اگر سلف صالحین میں سے کسی ایک محدث کا چھوٹا سا رسالہ بھی دکھایا جائے جو منکرین حیات کے نظریے کی تائید کرتا ہو، تو میں دعویٰ کرتا ہوں کہ پوری دیوبندیت نہیں تو کم از کم میں اپنا موقف چھوڑ دوں گا، مگر لاکھوں کی تعداد میں لکھی جانی والی اسلامی کتابوں میں ایک بھی نظیر نہیں ملتی اور نہ ہی ملے گی جس سے منکرین کی تائید ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا عقیدہ بھی خانہ ساز ہے اور اس پر پیش کئے جانے والے استدلالات بھی خود ساختہ ہیں۔

جہاں تک اہل سنت والجماعت مسلک دیوبند کے عقیدے اور نظریے کا تعلق ہے۔ الحمدللہ اس کے لئے کسی مجمل اور غیر متعلقہ آیات یا احادیث میں کسی قسم کی تاویل کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین نے جس طرح دیگر مسائل کے دلائل جمع کئے ہیں۔ اسی طرح عقیدہ حیات انبیاء پر بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں اور اس کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کو اجزاء کی شکل میں جمع فرما کر تا قیامت امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔ لہٰذا آخر میں ملحقہ رسالوں کو پڑھ لینے کے بعد فریق مخالف کو بھی اپنی خود رائی سے توبہ کر لینی چاہئے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کا عزم کر لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق کا سایہ نصیب فرمائے اور خود پسندی اور اکابر سے بداعتقادی جیسے روحانی امراض سے نجات عطاء فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کا طالب
مفتی سید فصیح اللہ شاہ عفی عنہ
فاضل جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ حیات الانبیاء کی اہمیت اور مرتبہ

اسلامی عقائد کی دو اقسام ہیں پہلی قسم کے وہ عقائد ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور ہر دور میں ان کو تواتر اور شہرت کا ایسا درجہ حاصل رہا ہے جس کی وجہ سے ان عقائد میں کسی بھی تاویل کی قطعاً اجازت نہیں، جیسے توحید و رسالت، حشر و قیامت، جنت و دوزخ، قرآن کریم کا کتاب اللہ ہونا اور حضرت محمد ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے عقائد کو ضروریات دین کا اصطلاحی نام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بات کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اگرچہ یہ انکار کسی تاویل کی آڑ لے کر کیوں نہ ہو۔

دوسرے درجے کے عقائد میں عذاب قبر، شفاعت اور رؤیت باری تعالیٰ جیسے مسائل ہیں ان کا ثبوت بھی قطعی ہے جو متواتر چلے آرہے ہیں لیکن ان کی قطعیت پہلی قسم کے مقابلے میں تھوڑی سی کم ہے اسی وجہ سے ان مسائل سے تاویل کے ذریعے انکار اگرچہ کفر نہیں ہے لیکن ضلالت اور گمراہی ضرور ہے۔ چنانچہ عقائد کی کتابوں میں معتزلہ کو ان عقائد سے انکار کی وجہ سے گمراہ اور اہلسنت والجماعت سے خارج لکھا گیا ہے۔ عقیدہ حیاۃ الانبیاء اسی دوسری قسم کے عقائد میں سے ہے۔

ایک ضروری وضاحت

اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ کیا یہی ایک عقیدہ اہل سنت کا معیار ہے؟ دیگر مسائل کیا کم ہیں؟ کہ صرف عقیدہ حیات النبی سے انکار پر اہل سنت اور مسلک دیوبند سے خروج کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے۔ کیا دیوبندیت کا معیار یہی ایک عقیدہ ہے؟ یہاں اس بات کی وضاحت انتہائی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا مختصراً یہ اصول سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی کبھی ایک فروعی مسئلہ بھی اپنی اہمیت اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر معیار شمار ہونے لگ جاتا ہے اور محض اس ایک مسئلہ کا انکار بھی اہل سنت سے خروج متصور کیا جاتا ہے جیسا کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانے میں اہل رفض نے مسح علی الخفین کا انکار اور اس میں غلو سے کام لیا تو اس زمانے میں مسح علی الخفین کو اہل سنت کی علامت قرار دیا گیا۔ حالانکہ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ چنانچہ جب امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اہل سنت کی کیا تعریف ہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا: شیخین کی فضیلت کا اعتراف، ختنین سے محبت کا اظہار اور مسئلہ علی الخفین کا جواز۔ اسی طرح ہمارے زمانے میں ایک مخصوص فرقے نے عقیدہ حیاۃ الانبیاء کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے قائلین کو مشرک یا کم از کم بدعتی کہنے لگے۔ پھر اس کے لئے قرآن کریم کی آیات کی خود ساختہ تشریحات گھڑ لی اور جن احادیث کا اس عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں ان احادیث کو اپنے نظریے کے دلائل بنا دیئے۔

ایسی صورت حال میں اس عقیدہ کا اعتراف حق کی علامت بن گئی۔ یعنی جو اکابر کی تشریحات کے موافق اس عقیدے کا قائل ہوگا وہ اہل سنت میں سے ہوگا اور جو اس کا انکار کرے گا یا اکابر کی وضاحت سے ہٹ کر اس میں تاویل و تحریف سے کام لے گا وہ اہل سنت اور مسلک دیوبند سے خارج اور بدعتی قرار پائے گا۔

ذیل میں اہل حق کا عقیدہ، اس کی تائید میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور اکابرین امت کی عبارات، ان پر منکرین کی طرف سے وارد ہونے والے وساوس اور ان کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ حق وباطل میں تمیز ہو۔

اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ

اہل السنت والجماعت (چاروں مسالک) کے معتبر محققین، اکابر علماء اور ان تمام مسلمانوں (جو قرآن وحدیث کی ان تشریحات کی روشنی میں عمل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین، سلف صالحین اور اکابر علماء حق نے امت مسلمہ کے لئے اپنی اپنی کتب میں جمع کیں اور ان کی تشریحات سے ہٹ کر اختیار کئے گئے خود ساختہ نظریات اور مفہومات کو گمراہی کی سیڑھی سمجھتے ہیں) کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کی وفات اور وعدہ الٰہی کے موافق موت طاری ہونے کے بعد اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ ایسی حیات حاصل ہے کہ دنیوی حیات کے بعض احکام بھی ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کی قبروں کے پاس پڑھا جانے والا اسلام وہ خود سنتے ہیں، قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاسکتی، ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ اس عقیدہ پر قرآن کریم کی متعدد آیات، کثیر احادیث اور اکابرین امت کی عبارات شاہد ہیں۔

قرآنی آیات اور عقیدہ حیات الانبیاء

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔ ذیل میں چند آیات پیش کی جارہی ہیں۔

آپ ﷺ کی ملاقات دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة یعبدون" (الزخرف:۴۵)

ترجمہ: اور آپ ﷺ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟

اس آیت کے ذیل میں مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لما اسری برسول اللہ ﷺ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی وھو مسجد بیت المقدس بعث اللہ لہ آدم ومن ولد من المرسلین وجبرئیل مع النبی ﷺ فأذن جبرئیل علیہ السلام ثم اقام الصلاۃ ثم قال یا محمد! تقدم فصل بھم فلما فرغ رسول اللہ ﷺ قال لی جبرئیل علیہ السلام سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلھة یعبدون فقال رسول اللہ ﷺ لا اسئل قد اکتفیت" ترجمہ: "جب آنحضرت ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور جو ان کی اولاد میں سے انبیاء تھے سب کو اکٹھا فرمایا، جبرئیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، جبرئیل علیہ السلام نے اذان اور اقامت کہی اور عرض کیا۔ اے محمد! آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ آپ ﷺ سوال کیجئے، ان رسولوں سے جو آپ ﷺ سے پہلے بھیجے گئے تھے کہ کیا ہم نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سوال کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے لئے وہی کافی ہے (جو مجھے وحی کے ذریعے بتادیا گیا) (تفسیر قرطبی ج۱۶ص ۸۳)

آیت کی اس تفسیر کے مطابق یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مرنے کے بعد حیات حاصل ہے، تب ہی تو انہوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ کو ان سے پوچھنے کا کہا گیا۔ چنانچہ اسی آیت سے حیات الانبیاء پر استدلال کرتے ہوئے خاتمۃ المحدثین علامہ انور سید شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء'' ترجمہ: اس سے حیاۃ الانبیاء پر استدلال کیا گیا ہے۔'' (مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

شہداء کی حیات

''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کرسکتے۔ (البقرہ: ۱۵۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتھم اللہ من فضلہ'' (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی ہے۔

حیات شہداء سے حیات انبیاء کا ثبوت

ان دونوں آیتوں کے پیش نظر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل فانہ یقویہ من حیث النظر کون الشھداء احیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشھداء'' ترجمہ: جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ شہداء زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہوجاتی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ شہداء سے ہرحال میں افضل ہیں۔'' (اس لئے ان آیات سے ان کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے) (فتح الباری ج ۶ ص ۳۷۹)

غور فرمائیں کہ حافظ الدنیا کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بطریق دلالۃ النص حیات الانبیاء کو ثابت فرمارہے ہیں۔

سوال: یہ مسئلہ جب عقیدہ کے متعلق ہے تو اس میں قیاس حجت نہیں بن سکتا لہٰذا حیات انبیاء کو حیات شہداء پر قیاس کیوں کیا گیا؟

جواب: یہاں حیات انبیاء دلالۃ النص سے ثابت ہوتی ہے، نہ کہ قیاس سے، کیونکہ انبیاء افضل ہیں اور شہداء ان سے ادنیٰ ہیں جب ادنیٰ کو ایک فضیلت حاصل ہے تو اعلیٰ کو ضرور حاصل ہوگی۔ پس دلالت النص اور قیاس میں التباس کرنا منکرین کا دھوکہ ہے۔

حیات جسمانی وروحانی

اب یہ حیات جسم اور روح دونوں کو حاصل ہے یا ان میں سے کسی ایک کو تو اس حوالے سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''اختلف فی ھذہ الحیاۃ ذھب کثیرۃ من السلف الی انھا حقیقۃ بالروح والجسد ولکن لا ندر کھا فی ھذہ النشاۃ'' شہداء کی اس حیات کی کیفیت میں اختلاف ہے سلف صالحین کی کثیر تعداد کا مذہب یہ ہے کہ یہ حیات روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے۔ البتہ ہمیں اس دنیا میں اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۱۷)

سوال: بعض دفعہ منکرین کہتے ہیں کہ ہم بھی حیات انبیاء کو مانتے ہیں، مگر یہ حیات صرف روح کو حاصل ہے نہ کہ جسم کو اور اس کو روحانی حیات کا نام دیتے ہیں؟

جواب: ان کا یہ طریقہ عین مرزا قادیانی کے طریقے کے موافق ہے، کیونکہ قرآن پاک کی آیت: ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ'' سے تمام اہل اسلام نے یہ عقیدہ سمجھا ہے کہ یہودی جس جسم کو قتل کرنے کے لئے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر آسمانوں پر اٹھایا، لیکن مرزا کہتا ہے کہ یہود تو قتل کرنے اسی جسم کو آئے تھے مگر اللہ نے مسیح کی روح کو آسمانوں پر اٹھایا۔ اس مسئلہ میں بھی تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ جس جسم کو راہ خدا میں شہادت ملی اسی جسم کو روح کے ملبس (تعلق) کے ساتھ قبر میں حیات ملتی ہے۔ مگر منکرین کا کہنا ہے کہ شہادت تو جسم کو ملی۔ مگر حیات روح کو ملتی ہے۔ جب کہ یہ تفریق امت کے اجماعی عقیدے کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بصراحت مذکور ہے کہ سلف صالحین کی اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ حیات کا تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ''عند ربھم'' اس سے معلوم ہوا کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں آسمانوں کے اوپر جنت میں زندہ ہیں مٹی کے گڑھے میں پڑے ہوئے جسم کو حیات حاصل نہیں؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کے پاس حیات حاصل ہونے سے زمین میں مدفون جسم سے حیات کی نفی ہوتی ہے، اور ''عند ربھم'' کا یہی مفہوم ہے تو ان حضرات کو ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' کا بھی یہی مفہوم مان لینا چاہئے کہ دین اسلام آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، زمین پر دین اسلام کا کوئی واسطہ نہیں، حالانکہ ایسا نہیں، لہٰذا ''عند ربھم'' کا تعلق ''احیاء'' کے ساتھ نہیں بلکہ ''یرزقون'' کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ شہداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔

بالفرض اگر سوال میں مذکور تشریح مان لی جائے تو اس سے تجسیم کے باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں عند کا مفہوم مکان کا بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنا فرقہ مجسمہ کا عقیدہ ہے۔ جب کہ اہل سنت کے نزدیک یہاں عند مکان کے لئے نہیں بلکہ مکانۃ یعنی مرتبہ کے بیان کے لئے ہے۔ چنانچہ مفسر ابوحیان الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''ومعنی عند ربھم بالمکانۃ الزلفی لا بالمکان'' یعنی عند ربھم سے مراد مرتبہ اور درجہ ہے نہ کہ مکان اور جگہ۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۱۵۸)

سوال: مسلم شریف کی روایت ہے کہ مذکورہ بالا آیت کی وضاحت نبی اکرم ﷺ سے پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت'' ترجمہ: کہ ان کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا قبر والے اجسام بغیر روح کے مردہ ہیں؟ (مسلم ج ۲ ص ۱۳۵)

جواب ۱: حیات شہداء کے متعلق دو آیات ہیں:

(۱) ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون'' (البقرۃ: ۱۵۴)

(۲) ''بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتھم اللہ من فضلہ'' (آل عمران:۱۶۹)

مذکورہ بالا حدیث پہلی آیت کی تفسیر میں نہیں بلکہ دوسری آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا پہلی آیت کے بارے میں اگر منکرین حیات فی الجنۃ کی بات کریں گے تو بلا دلیل ہوگی بلکہ حدیث کو بے محل استعمال کرنا ہوگا۔

رہی بات دوسری آیت کی تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعت آیت اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آیت میں جسم شہید کی حیات کا ذکر ہے اور حدیث میں جنت کے اندر روح شہید کی روحانی سیر کا ذکر ہے۔ اب اس سے یہ ثابت کرنا کہ روح وجسم کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، اس بات کا آیت میں کوئی ذکر نہیں ہے، نیز اس طرح آیت کا مفہوم بے فائدہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امام جصاص رازی ؒ فرماتے ہیں: ''وقال جمھور ان اللہ تعالی یحییھم بعد الموت فینیلھم من النعیم بقدر استحقاقھم الی ان یفنیھم اللہ تعالی عند فناء الخلق ثم یعیدھم فی الآخرۃ ویدخلھم الجنۃ لانہ اخبر انھم احیاء وذالک یقتضی انھم احیاء فی ھذا الوقت ولان تاویل من تأول علی انھم احیاء فی الجنۃ یؤدی الی ابطال فائدتہ لان احدا من المسلمین لایشک انھم سیکون احیاء مع سائر اھل الجنۃ اذ الجنۃ لایکون فیھا میت'' (احکام القرآن لجصاص ج ۲ ص ۴۳ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: جمہور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد ان کو زندہ کر دیتے ہیں سو ان کو ان کے استحقاق کے مطابق راحت پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کو فنا کرتے وقت ان کو بھی فنا کر دیں گے پھر ان کو آخرت میں لوٹائیں گے اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ اس وقت زندہ ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے اس آیت کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ جنت میں زندہ ہیں ایسے لوگ اس آیت کے فائدے کو باطل کرنے کے درپے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی اس میں شک نہیں کہ عام اہل جنت کی طرح حضرات شہداء بھی زندہ ہوں گے، کیونکہ جنت میں تو کوئی بھی مردہ نہ ہوگا (تو شہداء کی خاص فضیلت آیت سے کیسے ثابت ہوگی۔ حالانکہ مذکورہ آیت شہداء کی خاص فضیلت بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے)

ایک مثال: مثال سے اس کی وضاحت یوں سمجھیں مثلاً کسی نے رات سوتے میں خواب دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ ظاہر ہے خواب میں جو کچھ پیش آتا ہے، وہ روح کے ساتھ پیش آتا ہے۔ صبح کسی کے سامنے یہ خواب سنایا گیا۔ کیا وہ یہ فتویٰ لگائے گا کہ اس شخص کا جسم بستر پر مردہ پڑا تھا کیونکہ روح کا جسم کے ساتھ جو تعلق نہ رہا، اس کی روح خانہ کعبہ میں تھی؟ اس بات کو ادنیٰ شعور رکھنے والا انسان بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اگرچہ روح سیر کر رہی تھی لیکن اس کے باوجود جسم کے ساتھ اس کا تعلق تھا جس کی وجہ سے جسم حیات تھا۔ پس شہید کی روح بھی اگرچہ جنت میں سیر کر رہی ہوتی ہے لیکن جسم کے ساتھ اس کا ایک گونہ تعلق رہتا ہے اور اسی تعلق کی بناء پر جسم زندہ ہوتا ہے اور اس کو مردہ کہنا قرآنی تعلیم کے خلاف قرار دیا گیا۔

جواب ۲: مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ سے ظاہری معنی مراد نہیں ہے کہ شہداء کو پرندوں کی صورت دی جاتی ہے۔ بلکہ اس عبارت میں ارواح کو پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

چنانچہ اسی بات کو سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: "باب ثواب الشهيد (قوله) في طير خضر الخ قيل ان حديث الباب يدل على التناسخ وأجابوا بأن التناسخ تدبير الروح الخارج من جسم في جسم وأما مانحن فيه من الحديث فالمراد به أن أرواح المؤمنين في طير خضر الظروف فيها مثل الماء في الآنية اقول: لا يحتاج الى هذه التوجيهات بل يستقر الاحاديث وفي مؤطا مالك (ص ۸۱) عن كعب بن مالك انما نسمة المؤمنين طير يعلق في شجر الجنة حتى يرجعه الله في جسده يوم القيامة الخ فدلّ على ان الارواح مثل طير خضر في العيش وسرعة السير والطير ان لانها في طير خضر فيكون الحاصل تشبيه الأرواح بالطيور" (العرف الشذی تحت الترمذی ج ۱ ص ۴۲۶ مکتبہ رحمانیہ)

ترجمہ: یہاں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث الباب عقیدہ تناسخ (جو ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ایک ہی روح کو متعدد اجسام دیئے جاتے ہیں) اس پر دلالت کرتی ہے؟ تو علماء کرام نے اس کا جواب دیا ہے کہ تناسخ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ روح کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں ڈال دیا جائے۔ جب کہ حدیث میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ ارواح شہداء کا سبز پرندوں میں ہونے کا مفہوم صرف اس حد تک ہے کہ ارواح مظروف اور پرندے ان کے لئے ظرف ہیں۔ جیسا کہ پانی کا کسی برتن میں ہونا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ حدیث اپنی جگہ درست ہے۔ چنانچہ مؤطا مالک میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ اہل ایمان کی ارواح پرندوں کی طرح جنت کے درختوں سے چگ رہی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اجسام میں دوبارہ ڈال دے گا۔ الخ پس حدیث کا مدلول اور مفہوم یہ ہے کہ مؤمنین کی ارواح عیش وعشرت کے لحاظ سے، تیزی کے ساتھ سیر کرنے اور اڑنے میں سبز پرندوں کی طرح ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ارواح کو پرندوں کے ساتھ محض تشبیہ دی گئی ہے۔

راقم الحروف بھی یہی عرض کرتا ہے کہ حدیث کو تشبیہ ہی پر محمول کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر حدیث کو ظاہر الفاظ پر محمول مانا جائے تو خرابی لازم آئے گی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت کو "احسن تقويم" قرار دیا ہے تو کیا شہادت کا درجہ پانے کے باوجود شہید "احسن تقويم" والی صورت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک عام پرند کی صورت اس کو دی جاتی ہے؟ ہرگز ایسا نہیں بلکہ "احسن تقويم" میں رہ کر اس کا حسن اور دوبالا ہونا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث سے جسم مثالی جو پرندوں کی صورت میں ہوتا ہے اس کو ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں بجائے فضیلت کے توہین کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

سوال: مذکورہ بالا حدیث میں اس طرح کے الفاظ آتے ہیں کہ ارواح اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہیں: "ترد ارواحنا في اجسادنا حتى نقتل في سبيل الله مرة اخرى" اے اللہ! ہماری روحیں ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں دوبارہ قتل ہو جائیں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۳۶)

اگر ارواح کا تعلق اجساد کے ساتھ باقی رہتا ہے تو دوبارہ روح لوٹانے کی اس عرض وگزارش کا کیا معنیٰ؟

جواب: جسم کی طرف روح لوٹانے کی اس درخواست کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں دوبارہ دنیا کی حیات

تکلفیہ کی طرف لوٹایا جائے۔ چنانچہ ان کا یہ مطالبہ آخرت یعنی جنت میں جانے کے بعد بھی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے: ”عن انس عن النبی ﷺ قال مامن نفس تموت لها عند الله خیر سیر یها انها ترجع الی الدنیا و لا ان لها الدنیا و ما فیها الا الشهید یتمنی ان یرجع فیقتل فی الدنیا لمایزی من فضل الشهادة“ (مسلم ج ۲ ص ۱۳۴)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر مرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جو خیر مقرر ہے وہ اسے دیکھ کر یہ خواہش نہیں کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف دوبارہ لوٹے اور نہ یہ خواہش کرے گا کہ اس کو دنیا اور اس کا مال ومتاع مل جائے، سوائے شہید کے، کہ وہ آخرت میں شہادت کا بدلہ دیکھ کر تمنا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور وہاں دوبارہ اسے شہید کر دیا جائے۔

اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یہ بات عیاں ہوگئی کہ جنت میں شہداء جس حیات کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ حیات تکلیفی یعنی دنیوی حیات ہے اس سے برزخی واخروی حیات کی نفی تو نہ ہوئی۔

اصل اعتراض کا ایک جامع اور مسکت جواب

ماقبل میں جو دعویٰ کیا گیا تھا کہ شہداء کی حیات روحانی ومثالی ہے۔ یہ اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ انبیاء کی حیات کو شہداء کی حیات پر قیاس کر کے یہ کہا جائے کہ انہیں بھی شہداء کی طرح روحانی ومثالی حیات حاصل ہے۔ اس وہم کو رد کرنے کی غرض سے ہم شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جو پوری بات سمجھنے کے لئے کافی ہے اور حیات انبیاء پر مذکورہ بالا اعتراضات میں سے کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

حضرت لکھتے ہیں: ”پیش نظر رہے کہ حیات شہداء طیور خضر کی شکل میں ہونا روایات پر موقوف ہے، قرآن عزیز نے شہداء کی مطلق حیات جسدی کو بیان کیا ہے اور یہی مطلق حیات جسدی دلالت النص سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ثابت ہوگی۔ حیات جسدی کی جملہ تفاصیل انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسدی کے لئے لازم نہ ہوں گی، شہداء کے لئے اگر طیور خضر کی صورت میں ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسدی ان کے اجساد عنصریہ قبریہ میں ہی ہے۔ حدیث صحیح ہے: ”الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون“ شہداء جیسی حیات جسدی کو ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے لازم مبنی بر قیاس ہے اور قیاس صحیح حدیث کے سامنے قائم نہیں رہ سکتا، قرآنی آیت کی حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر دلالت مطلق حیات جسدی میں ہے، جس کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی ہوگی، شہداء کی حیات کے لئے طیور خضر کی روایات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے حیات قبریہ کی روایات اس باب میں کافی، وافی ہیں۔ یہ توجیہ محض اس صورت میں ہے کہ حیات شہداء کے روحانی ہونے کے مرجوح قول کو اختیار کیا جائے اور اگر حیات شہداء کے مع الجسد ہونے کے مشہور وراجح اور مختار عند الجمہور قول کا اعتبار کیا جائے تو پھر ارواح شہداء کا طیور خضر کی صورت میں متشکل بھی ہونا ابدان مقتولہ کی حیات کی ہرگز نفی نہیں کرتا۔ اگر ہمیں اس کا ادراک نہیں ہوتا تو یہ امر دیگر ہے جو حقائق پر اثر انداز نہیں۔“ (ہدایۃ الحیران ص ۶۸، ۶۹)

یہ عبارت اگر سامنے رکھی جائے تو منکرین کے مذکورہ بالا شبہات اور وساوس کا حیات انبیاء کے ساتھ کوئی

تعلق نہیں بنتا۔ اس لئے کہ آیت سے مطلق حیات جسدی ثابت ہوتی ہے اور پھر اس کی تفصیل حدیث سے ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام کی حیات ایسی ہے کہ وہ قبروں میں نمازوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ وساوس (روحانی حیات، اور جسم مثالی وغیرہ کے) ہیں وہ حیات شہداء پر تو وارد ہو سکتے ہیں وہ بھی قول مرجوح کی صورت میں۔ راجح قول کے لحاظ سے حیات شہداء کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ محض روحانی حیات ہے جو کہ جسم مثالی کے ساتھ ان کو دی جاتی ہے۔ نیز اس پر بھی غور کیا جائے کہ یہاں مسئلہ حیات انبیاء کا ہے جس کے بارے میں کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ ان کو جسم مثالی عطاء کیا جاتا ہے کیونکہ کسی حدیث میں اس طرح وارد نہیں ہوا ہے۔ اب منکرین حیات کو چاہئے کہ وہ حیات انبیاء پر اس طرح کے اعتراضات وارد کرنے کے لئے کوئی صریح صحیح حدیث لائیں جس میں صاف طور پر لکھا ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح جسم مثالی کے ساتھ زندہ ہوتی ہیں اور اجسام عنصریہ مادیہ بغیر تعلق روح کے قبروں میں (نعوذ باللہ) مردہ پڑے ہیں۔ جیسا کہ وہ شہداء کی حیات کو محض روحانی قرار دینے کے لئے مسلم شریف کی روایات کا سہارا لیتے ہیں، اسی طرح انبیاء کے متعلق بھی نص صریح دکھائیں۔ حیات انبیاء پر دلالت کرنے والی صریح نصوص کے مقابلے میں محض قیاس آرائیاں نہ کریں۔

نبی اکرم ﷺ سے دعا کرانے کی درخواست

"ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما" ترجمہ: "اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول ان کے لئے اللہ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو قبول کرنے والا، رحمت والا پاتے۔" (النساء: ۶۴)

علماء امت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام کی تکلیفی حیات مکمل ہو جانے کے بعد بھی جو مؤمن بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گا وہ حضور ﷺ کی دعا کا مستحق ہوگا۔

چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں: "عن علی قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول الله ﷺ وحثا علی رأسه من ترابه فقال قلت یا رسول الله فسمعنا قولک ووعیت عن الله فوعینا عنک وکان فیما انزل الله علیک ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الآیة وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر انه قد غفر لک" ترجمہ: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کئے جانے کے تین دن بعد ایک دیہاتی نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیت کریمہ کے حوالہ سے طلب مغفرت کی درخواست کی تو مرقد اطہر سے صدا آئی کہ تیری مغفرت ہوگئی۔

(تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۵۵)

اس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ آپ ﷺ کی قبر والی حیات کا تھا ورنہ قبر کے پاس آ کر عرض کرنے اور اس سے آواز آنے کا کوئی اور مفہوم نہیں بن سکتا۔

احادیث مبارکہ اور عقیدہ حیات الانبیاء

قبروں میں انبیاء علیہم السلام کی حیات اور نماز

”حدثنا ابو الجهم الارزق بن علی حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عن انس قال: قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون“ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (مسند ابی یعلی ج ٦ ص ١٤٧ رقم الحدیث ٣٤٢٥، حیات الانبیاء للبیہقی ص ١)

مذکورہ بالا روایت کی تصحیح

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”رجال ابی یعلی ثقات“ ابو یعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“ (مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢١١)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وصححه البیهقی“ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٣٥٢)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورهم“ کہ ”الانبیاء احیاء فی قبورهم“ حدیث صحیح ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ٣ ص ٢٤١ مکتبہ امدادیہ)

حدیث مذکور کے متعلق منکرین کی وسوسہ اندازی

اس روایت کی صحت اور تلقی بالقبول کو نظر انداز کرتے ہوئے منکرین حیات اس پر عقلی سوالات کر کے کہتے ہیں کہ اگر قبر میں نماز پڑھنے کو مان لیا جائے تو قرآن کریم کی آیت ”واعبد ربک حتی یأتیک الیقین“ آپ ﷺ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کو موت آجائے۔ کی مخالفت لازم آئے گی اس لئے کہ عبادت کا حکم موت تک ہے تو موت کے بعد عبادت کہاں سے آگئی؟

جواب ا: تمام انبیاء علیہم السلام نے معراج کی رات آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی جیسا کہ روایات میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے ”فحانت الصلوٰۃ فأممتهم“ ترجمہ: پس نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم ج ١ ص ٩٦)

نیز قیامت کے دن حضور ﷺ سجدہ فرمائیں گے جسے قبول کر کے اللہ تعالیٰ جن وانس کا حساب شروع فرما دیں گے۔ (صحیح بخاری ج ٢ ص ٦٤٣)

منکرین حیات کے نزدیک سارے انبیاء علیہم السلام طبعی موت آنے کے بعد زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے تو ان کی معراج کی رات والی نماز چونکہ ان کی طبعی موت کے بعد کی تھی اور حضور ﷺ کا قیامت کے دن والا سجدہ اور دعا بھی لامحالہ وفات طبعی کے بعد ہی کی ہوگی۔ اب کیا منکرین یہ بھی فرمانے کی جسارت کریں گے کہ معراج والی نماز بھی باطل ہے اور نبی ﷺ کا اخروی سجدہ ودعا بھی باطل ہے؟ جب یہ نماز اور سجدہ مذکورہ آیت کے خلاف نہیں تو قبروں میں نماز پڑھنے والی روایت کو اس آیت سے متصادم کیوں قرار دیا جا رہا ہے؟

دراصل منکرین اس قسم کے اعتراضات اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ان کے اور پچھلے زمانے کے خوارج کے مزاج میں یکسانیت پائی جاتی ہے، وہ ایسے کہ جو حدیث اپنے مزاج کے خلاف ہو، اسے قرآن کے مخالف اور معارض ٹھہرا کر باطل قرار دے دیا جائے۔ اس طرح اپنا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عوام میں واہ واہ اور داد فہم وفراست بھی مل جاتی ہے کہ اب تک پوری امت اس حدیث کو مان کر قرآن فہمی سے محروم رہی ہے۔ لیکن ان نام نہاد خدام قرآن نے آکر قرآن بھی سمجھا اور حدیث کو غلط قرار دینے کا عظیم کارنامہ بھی سرانجام دیا۔ (اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ابلیس کی ان فریب کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!)

جواب ۲: آیت: ''واعبد'' میں عبادت تکلیفی کا حکم ہے اور حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے اس کی اجازت انبیاء علیہم السلام کو قبور میں بطور تلذذ عنایت کی گئی ہے اور یہ کوئی محال بات نہیں ہے، لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔

انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کی حفاظت وحیات

''حدثنا عمرو بن سواد المصری قال حدثنا عبداللہ بن وھب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی ھلال عن زید ابن ایمن عن عبادۃ بن انس عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ وان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعدالموت؟ قال: وبعدالموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق''

ترجمہ: ''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ اس لئے کہ جمعہ کے دن ملائکہ درود کو لے کر (میرے پاس) حاضر ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے فارغ ہوتے ہی اس کا پڑھا ہوا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، کیا موت کے بعد بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں) موت کے بعد بھی (مجھ پر درود پیش کیا جائے گا کیوں کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ درود وسلام جسد اور روح دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''فیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم'' ترجمہ: اس میں اشارہ ہے کہ درود کی پیشی انبیاء علیہم السلام کی ارواح اور اجسام کے مجموعہ پر ہوتی ہے۔

(مرقات ج ۳ ص ۲۴۱ مکتبہ امدادیہ)

حدیث کی صریح عبارت اور اس پر مزید ملا علی قاری حنفی محدث رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح نے کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی، اب کوئی یہ وسوسہ نہیں ڈال سکتا کہ ''درود وسلام کا پیش کیا جانا، صرف روح پر ہے، جسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے'' کیونکہ اس وسوسہ کے پیدا ہونے سے پہلے صحابی رسول کے سوال اور آپ ﷺ کے جواب نے اس کو دور فرما دیا کہ ''بلاشبہ زمین اجسام انبیاء کو نہیں کھا سکتی'' لہٰذا اجسام انبیاء ہی پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی توثیق

ملا علی قاری فرماتے ہیں: "باسناد جید نقله میرک عن المنذری وله طرق کثیر" علامہ میرک رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث صحیح سند سے نقل کی ہے اور اس حدیث کے کثیر طرق ہیں۔" (جن سے حدیث کی سند کو مزید تقویت ملتی ہے) (مرقات ج ۳ ص ۲۴۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "رجاله ثقات" اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)

نبی اکرم ﷺ کا سلام کرنے والے کو جواب دینا

"عن محمد بن عوف عن مقری عن حیوة عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ہریرة ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلّم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیه السلام"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "حدیث کے ظاہری الفاظ "الا ردّ اللہ علیّ روحی" سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسد اطہر سے الگ رہتی ہیں جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے جسد اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ ﷺ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی، اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک، جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے، کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کے لاکھوں، کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے، اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں، لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بنا پر اکثر شارحین نے "رد روح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح مبارک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی

ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو ردّ روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(معارف الحدیث ج ۲ ص ۲۳۸)

حضرت نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تشریح سے حاصل ہونے والے چند امور بار بار توجہ سے پڑھنے کے لائق ہیں کہ انہوں نے حدیث کی بے غبار تشریح کرتے ہوئے عقیدہ حیات انبیاء کی وضاحت کے ساتھ ساتھ وارد ہونے والے اعتراضات کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں اولاً مستفاد امور کی وضاحت کرتے ہیں اور پھر جن وساوس کو رد کیا گیا ہے ان کی نشاندہی بھی کرتے ہیں تاکہ ہر ذکی وغبی کو مسئلہ سمجھ میں آجائے، ملاحظہ کیجئے:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔

۲...... یہ حیات دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

۳...... آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے الگ رہنا اور صرف سلام کے جواب کے لئے اس کا لوٹایا جانا، یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی۔

۴...... امر ثالث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی یا اس کے تعلق وتلبس کے بغیر نہیں رہتا۔ بلکہ دونوں میں مسلسل تعلق برقرار رہتا ہے۔

۵...... سلام عرض کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ خود جواب عنایت فرماتے ہیں (اور نبی کا اطلاق محض روح پر منحصر نہیں بلکہ نبی جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے)۔

جو وساوس مذکورہ بالا تشریح سے دور ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱...... اگر یہ مانا جائے کہ صرف سلام کے وقت آپ ﷺ کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے جسد اطہر روح کے بغیر تھا اور خالی عن الروح تھا؟

۲...... اور اگر یہ مانا جائے کہ سلام کے وقت روح، جسد اطہر کی طرف لاٹائی جاتی ہے تو روزانہ لاکھوں، کروڑوں امتی درود وسلام عرض کرتے ہیں تو کیا روزانہ بار بار روح نکالی اور داخل کی جاتی ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ ایک ہی دن میں کئی بار جسد اطہر پر موت وحیات طاری ہوتی ہے؟

یہ شبہات اس لئے وارد نہیں ہوسکتے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہی نہیں ہے کہ جسد اطہر، روح سے خالی ہو اور سلام کے وقت روح لوٹائی جاتی ہو یہ مطلب لینا کسی طرح درست نہیں بلکہ ''رد روح'' امتیوں کے سلام کی طرف متوجہ ہونے سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ تشریح میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث پر ایک عقلی اشکال

دن میں لاکھوں، کروڑوں امتی آپ ﷺ پر درود وسلام عرض کرتے ہیں تو سب کو جواب دینا امر محال نظر آتا ہے نیز اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت امتیوں کے سلام کے جواب میں مصروف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے بجائے امتیوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں جو کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا؟

جواب: مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اکابر علماء نے جہاں اس اشکال کو ذکر فرمایا ہے۔ وہاں اس کا جواب بھی دیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’وقد اشکل ذالک من جھة اخری وھو انه یستلزم استغراق الزمان کله فی ذالک لاتصال الصلوۃ والسلام علیه فی اقطار الارض ممن لا یحصی کثرۃ واجیب بان امور الآخرۃ لاتدرک بالعقل واحوال البرزخ اشبه باحوال الآخرۃ واللہ اعلم‘‘ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

ترجمہ: اور اس حدیث میں ایک اور طرح کا اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کا سارا وقت تو سلام کا جواب دینے میں صرف ہوتا ہے اس لئے کہ زمین کے چاروں اطراف سے اتنی کثرت سے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے جو شمار سے باہر ہے تو اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آخرت کے احوال اور معاملات عقل وقیاس سے نہیں پہچانے جاتے اور قبر وبرزخ کے احوال آخرت کے احوال کے مشابہ ہیں۔‘‘ (کیونکہ یہ آخرت کی پہلی سیڑھی ہے ایسے امور میں نقل پر اعتماد کیا جاتا ہے عقل کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس جب نقل سے سلام کا جواب دینا ثابت ہے تو تقاضائے ایمان یہی ہے کہ اس کو تسلیم کیا جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا سلام اور خاتم النبیین ﷺ کا جواب

’’عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا لیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین ولیذھبن الشحناء ولیعرضن المال فلا یقبله احد ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد! لاجبته‘‘ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم (آپ ﷺ کی کنیت ہے) کی جان ہے بلاشبہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، لوگوں کو آپس میں صلح کن بنا کر دلی عداوتوں کو ختم کر دیں گے، مال کو صدقہ کریں گے، مگر کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ پھر وہ میری قبر پر آکر عرض کریں گے یا محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔‘‘ (مسند ابی یعلیٰ ج ۱۱ ص ۴۶۲، رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد، باب ذکر الانبیاء ج ۸ ص ۲۷۶، رقم الحدیث ۱۳۸۱۳، دار الکتب العلمیہ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۹۷، رقم الحدیث ۱۲۵۳، دار الفکر)

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

۱...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نظریہ بھی یہ ہوگا کہ قبر مبارک میں جو جسد اطہر تشریف فرما ہے وہی خاتم النبیین ﷺ ہے نہ کہ کوئی اور جسم مثالی جس کا ٹھکانہ کہیں اور ہے۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر اطہر پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے اور آپ ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں، تب ہی تو جواب دیتے ہیں، اس سے آپ ﷺ کی حیات بھی ثابت ہوئی۔ کیوں کہ سلام کا سننا اور جواب دینا حیات کے لوازمات میں سے ہے۔ یعنی بدون حیات ان چیزوں کا صدور ممکن نہیں۔

۳...... آپ ﷺ نے فرمایا: "لاجبتہ" میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔"

ظاہر ہے کہ یہ ارشاد مبارک آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارک میں فرمایا تھا جب کہ آپ جسد مع الروح موجود تھے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جب آپ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبر سے جواب عنایت فرمائیں گے تو بھی اسی جسد مع الروح والی کیفیت کے ساتھ ہوں گے۔ اگر وفات کے بعد روح سلام سنتی ہے اور روح ہی جواب دیتی ہے تو آپ ﷺ یوں فرمادیتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میری روح ضرور جواب دے گی۔ حالانکہ الفاظ حدیث اس طرح نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

"عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" (مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ سرخ ٹیلے کے قریب واقع اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

۱...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور نماز اور حیات کے درمیان لزوم ہے۔ لہٰذا اس سے حیات بھی ثابت ہوئی۔

۲...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس تھی لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نماز کو محض روحانی قرار دینا حدیث کے ظاہر سے بلا وجہ عدول ہوگا۔

معجزہ کہہ کر دھوکہ دینا

اس مقام پر منکرین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو معجزہ تھا اور معجزہ کو دلیل بنانا درست نہیں؟

جواب: اس حدیث میں محل استدلال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے جو قبروں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عمومی حالت ہے اور یہی محل استدلال ہے۔ جب کہ ہمارے نبی ﷺ کا باہر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لینا معجزہ اور خاص موقع ہے جو کہ محل استدلال نہیں۔

التکشف سے دھوکہ دینا

بعض دفعہ کہا جاتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب "التکشف" میں لکھا ہے کہ معراج میں جو کچھ پیش آیا وہ عالم مثال میں تھا؟

جواب: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ معراج کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو حضور کے عروج صوری یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہیں اور اس معراج کو منامی یا کشفی بتلاتے ہیں سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے۔" (خطبات حکیم الامت الرفع والوضع ج ۵ ص ۲۷۷)

نیز کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: "غرض اس میں شک نہیں کہ حضور کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اس جسم

سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اس کا انکار ہرگز نہیں ہوسکتا اور یقیناً یہ صورت عروج ظہور کا بہت بڑا کمال ہے۔"

(خطبات حکیم الامت الرفع والوضع ج ۵ ص ۳۸۰)

حضرت حکیم الامت کی یہ دونوں عبارتیں بالکل واضح ہیں کہ معراج کا واقعہ جسمانی اور حسی تھا۔ منامی یا کشفی سمجھنا غلط اور نصوص کے خلاف ہے۔ جہاں تک التکشف کی بات ہے تو تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ معراج میں رونما ہونے والے واقعات عالم مثال کے مشابہ تھے عالم حس میں عام طور پر اس طرح نہیں ہوا کرتا۔ لیکن یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ عالم حس میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ عالم مثال جیسے واقعات پیش آئے۔ اس اعتبار سے عالم مثال کے مشابہ کہنا درست ہے اگرچہ حقیقت وہی ہے جو عرض کیا گیا۔

بخاری شریف کی حدیث سے حیات الانبیاء کا ثبوت

"قال النبی ﷺ لا تخیرونی علی موسی فان الناس یصعقون یوم القیامة فاصعق معهم فاکون اول من یفیق فاذا موسی باطش جانب العرش فلا ادری کان فیمن صعق فأفاق قبلی او کان ممن استثنی اللہ"

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دو۔ اس لئے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں پر بے ہوشی طاری ہوگی۔ چنانچہ مجھ پر بھی طاری ہوگی پھر سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کھڑے ہوں گے میں نہیں جانتا کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئیں گے یا اللہ تعالیٰ نے ان کو بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا ہوگا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۲۵، ۴۸۱)

امام بیہقی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وهذا انما یصح علی ان اللہ جل ثناءه رد الی الانبیاء ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء" ترجمہ: اس حدیث کا مفہوم تب درست بن سکتا ہے جب کہ یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کی ارواح لوٹا دی ہیں پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس جیسا کہ شہداء زندہ ہیں۔ (اس لئے کہ مردہ بے ہوش نہیں آسکتی)

نیز علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "اما صعق غیر الانبیاء فموت وأما صعق الانبیاء فالاظهر انه غشی فاذا نفخ فی الصور نفخة البعث فمن مات حیَ ومن غشی علیه أفاق" ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ لوگوں کا صعق موت ہوگی اور انبیاء علیہم السلام پر بیہوشی طاری ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو مردے زندہ ہو جائیں گے اور جو بے ہوش ہوں گے وہ ہوش میں آکر (قبروں سے نکل) آئیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے قیامت کے دن صور پھونکے جانے سے تمام زندہ لوگ مر جائیں گے، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام باوجود حیات کے نہیں مریں گے اس لئے کہ ان کے لئے صرف ایک دفعہ کی موت مقرر ہے جو واقعہ ہو چکی ہے اور "لایذیقک اللہ الموتتین" (بخاری) کے مطابق انہیں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اس نفخ صور سے محض بے ہوش ہوں گے اور پھر نفخہ ثانیہ سے دیگر لوگ زندہ ہو کر محشور ہوں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام ہوش میں آکر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے۔

حیات الانبیاء میں وارد ہونے والی روایات کی حیثیت

امام جلال الدین سیوطی ؒ لکھتے ہیں: ''حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت بہ الاخبار الدالۃ علی ذالک'' ترجمہ: آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک دلائل واخبار درجہ تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں۔'' (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۷)

منکرین حیات اکثر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے، علامہ سیوطی ؒ کی اس وضاحت سے ان کا یہ مطالبہ پورا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا ہے کہ اب یہ لوگ اپنی ضد وعناد سے توبہ کرکے اس عقیدہ کو تسلیم کرلیں۔ اہل السنت والجماعت دیوبند میں شرکت کرلیں اور اسی کو باعث فخر ونجات سمجھیں۔

منکرین کا تواتر پر متعصبانہ اعتراض اور اس کا جواب

لیکن منکرین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اہلسنت والجماعت کے پاس علامہ سیوطی ؒ کی اس صراحت کے علاوہ ہے ہی کیا؟ اور صرف ایک آدمی کے کہہ دینے سے تواتر ثابت نہیں ہوتا؟

جب کہ خود ان کے پاس ان کے عقیدہ ممات پر ایسی ایک عبارت تک نہیں کہ جس میں یہ صراحت ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ''ممات فی القبر'' میں وارد ہونے والی روایات متواتر ہیں۔ بلکہ ایک خبر واحد ضعیف تک اس بات پر پیش نہیں کی جاسکتی جو اس بات میں صریح ہو کہ انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد قبروں میں (نعوذ باللہ) مردہ ہیں اور وہ قبروں میں نماز نہیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ اس سے بڑھ کر بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ آج تک اس طرح کی موضوع روایت بھی کسی نے نہیں بنائی۔ ان کا یہ اعتراض بالکل فضول اور متعصبانہ ہے اس لئے کہ تواتر کے لئے امت کے ہر ہر فرد کی گواہی کا لکھا ہوا ہونا شرط نہیں ہے ورنہ اس طرح تو قرآن کریم کی آیات بھی غیر متواتر بن جائیں گی۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک ہر ہر آیت پر ہر ہر مسلمان کی گواہی کہیں بھی تحریراً موجود نہیں ہے۔ پھر احادیث کے مجموعہ میں متواتر کے وجود کا کیا کہنا وہ تو ممکن ہی نہ ہوگا۔ بلکہ علماء کرام اور محدثین عظام کے قول پر اعتماد کرکے احادیث کو متواتر مانا جاتا ہے۔ علامہ سیوطی ؒ نے حیات انبیاء کے عقیدے کو متواتر کہا ہے۔ اگر وہ اس دعویٰ میں متفرد یا غلط ہوتے تو کم از کم کوئی ایک محدث ان کی تردید تو کرتا لیکن سب نے ان کی اس بات پر خاموشی اختیار کرکے گویا تائید فرمادی کہ بلاشبہ حیات انبیاء متواتر اور قطعی عقیدہ ہے۔

اعتقاد الصدیق لحیاۃ الرفیق

''حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی ابو سلمۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان ابابکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح حتی فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ ﷺ وھو مغشی بثوب حبرۃ فکشف عن وجھہ ثم اکب علیہ فقبلہ وبکی

ثم قال بأبی انت و امی و اللہ لا یجمع اللہ علیک الموتتین اما الموتة التی کتبت علیک فقد متها" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ جو مقام سنح میں تھی، وہاں سے تشریف لائے سواری سے اترے اور مسجد کے اندر گئے کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد آپ میرے یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائے اور حضور اکرم ﷺ کے قریب گئے، جسد مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چہرہ کھولا اور جھک کر چہرہ مبارک پر بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ ﷺ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔" (صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۶۴۰)

بخاری شریف میں ایک اور جگہ اس حدیث کے الفاظ اس طرح منقول ہیں: "بأبی انت و امی طبت حیاً و میتاً و الذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتیین ابداً" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

علامہ عینی حنفی شارح بخاری دو موتوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اراد بالموتتین الموت فی الدنیا و الموت فی القبر هما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذالک ذکرهما بالتعریف وهما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانهم لا یموتون فی قبورهم بل احیاء و اما سائر الخلق فانهم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامة و مذهب اهل السنة و الجماعة ان فی القبر حیاة و موتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء و قد تمسک بقوله (لا یذیقک اللہ الموتتین) من أنکر الحیاة فی القبر وهم المعتزلة و من نحا نحوهم" (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۸۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: دو موتوں میں سے ایک وہ موت مراد ہے جو دنیا میں آتی ہے اور دوسری وہ ہے جو قبر میں آتی ہے یہی دو معروف و مشہور موتیں ہیں، اس لئے انہیں الف ولام حرف تعریف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ (سوال وجواب کے بعد) وہ قبروں میں مرجاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور اہل السنۃ والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر کے اندر بھی موت طاری ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور جو لوگ حیات فی القبر کے منکر ہیں۔ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول (لا یذیقک اللہ الموتتین) سے استدلال کیا ہے کہ قبر میں حیات نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ معتزلہ اور ان کے پیروکار ہیں۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منکرین کی دھوکہ دہی

منکرین حیات اپنے شبہات کو بزعم خود دلائل سمجھ کر اکثر دلیل کے طور پر خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی "افائن مات او قتل انقلبتم" (الایۃ) اور فرمایا کہ جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ سن لے کہ وہ وفات پاچکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

منکرین حیات یہ روایت پڑھ کر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی موت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے موافق ہے؟

جواب ۱: خطبہ صدیق کے جو الفاظ منکرین پڑھ کر سناتے ہیں اس میں آپ ﷺ کا اس دنیا سے رخصت ہو جانے کا ذکر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عالم فانی میں عمر کا جو حصہ آپ ﷺ کے لئے مقرر فرما رکھا تھا وہ آپ ﷺ پورا کر کے وفات پا گئے، لیکن اس موت سے آپ کی حیات تکلیفی ختم ہو گئی۔ اب اس کے بعد قبر و برزخ میں آپ ﷺ بحالت حیات ہیں یا نہیں؟ حدیث کے ان الفاظ میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ وقوع موت والی روایات اور اجماع کو بعد الموت والی حالت کے ساتھ متعلق سمجھنا یا تو جہالت ہے یا تحریف۔ اگر بالفرض اس سے قبر و برزخ والی حیات کی نفی ثابت ہوتی ہے تو منکرین بتائیں کہ جس حیات برزخی کے وہ خود قائل ہیں اس سے اس کی نفی کیوں نہیں ہوتی ہے؟

جواب ۲: بخاری شریف کی پوری روایت اگر دیکھی جائے اور غور و تامل سے کام لیا جائے تو وقوع موت اور بعد الموت دونوں حالتوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ''الا من کان یعبد محمداً فانه قد مات'' کے الفاظ سے مل جاتا ہے کہ آپ ﷺ اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس موت کے بعد قبر و برزخ میں آپ ﷺ مستمر الموت ہیں یا وفات پا جانے کے بعد قبر و برزخ میں فائز الحیاۃ ہیں؟ تو اس کا جواب صدیق اکبر کے ان الفاظ ''لا یذیقک الله الموتتین'' بحسب تشریح علامہ عینی سے مل جاتا ہے کہ قبر میں ہر شخص کو موت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اس سے مستثنیٰ فرما دیا ہے اور انہیں قبر و برزخ میں حیات عنایت فرما دی ہے۔ نیز علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے قبر و برزخ کی حیات کی نفی کرتے ہیں وہ معتزلہ ہیں، اہل سنت کے نزدیک اس سے موت کے بعد والی حیات کی نفی کرنا غلط ہے۔

سوال: اگر یوں کہا جائے کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے مطابق ''لا یذیقک الله الموتتین'' سے حیات برزخی ثابت ہوتی ہے نہ کہ حیات فی القبر؟

جواب: اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حیات برزخی اور حیات فی القبر میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں میں لزوم ہے، برزخ زمان کا نام ہے اور قبر مکان کا نام ہے۔ بعض اوقات ایک کا دوسرے پر اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔ حیات فی الزمان سے حیات فی المکان خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اس لئے کہ ایک چیز جب زمان اور وقت میں موجود ہوتی ہے تو لامحالہ اس کا کوئی مکان بھی تو ہوگا۔ یہ بات بالکل غلط ہوگی کہ کوئی کہہ دے کہ آپ اس وقت اور زمانے میں زندہ ہیں لیکن زمین کے اسی ٹکڑے پر جہاں آپ کھڑے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ منکرین حیات کی یہی الٹی منطق ہے وہ جہاں کہیں برزخ کا لفظ دیکھ لیتے ہیں تو خوش ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں عالم بھی حیات برزخی کے قائل ہے اور وہ حیات فی القبر کو نہیں مانتا۔ یقیناً یہ منکرین کی کم فہمی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ بھلا زمان میں حیات مان لینے سے مکان میں حیات کی نفی کیسے ہو جاتی ہے؟ یہ تو بداہت کی صریح مخالفت ہے۔

حیات انبیاء اجماع امت کی روشنی میں

اہل السنت والجماعت کے نزدیک تیسری شرعی دلیل اجماع امت ہے۔ یہ ایسی دلیل ہے جسے ماننے والوں کے بارے میں حضور ﷺ کی گواہی ہے کہ میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی۔ قرآن کریم کی جس آیت سے اجماع کی حجیت کو ثبوت ملتا ہے اس میں بھی سنت رسول اور اجماع مؤمنین سے اعراض برتنے والے شخص کو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب جہنم کی وعید سے ڈرایا گیا ہے آیت مبارکہ ملاحظہ ہو:

"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا" ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ پہچاننے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ جائے گا ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور ہم (قیامت والے دن) اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔ (النساء: ۱۱۵)

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "روی ان الشافعی سئل عن آیة فی کتاب الله تعالی تدل علی ان الاجماع حجة فقرأ ثلثمائة مرة حتی وجد هذه الایة وتقریر الاستدلال أن اتباع غیر سبیل المؤمنین حرام، فوجب أن یکون اتباع سبیل المؤمنین واجباً" (التفسیر الکبیر ج ۶ ص ۴۳ دار الفکر)

ترجمہ: منقول ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قرآن کریم کی وہ کون سی آیت ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ اجماع شرعی حجت ہے؟ تو انہوں نے تین سو مرتبہ قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور بار بار پڑھا یہاں تک کہ یہ آیت "ومن یشاقق" (الایۃ) انہیں سمجھ آئی (کہ جس سے اجماع کی حجیت ثابت ہو رہی ہے) جس کے ثبوت کی تقریر یوں ہے کہ مؤمنین کی راہ کو چھوڑ دینا حرام ہے تو یہ ثابت ہوا کہ ان کی راہ کو اختیار کرنا واجب ہوگا۔ (اور یہی اجماع کا مفہوم ہے)

حیات انبیاء فی القبور بھی ان مسائل میں سے ایک ہے جس پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اس سے انکار کرنا یا اس کی متفرقہ تشریح میں کسی قسم کی خود ساختہ تاویل کرنا قرآن وسنت سے ناواقفی اور گمراہی ہے۔ ذیل میں ایسی عبارات پیش کی جارہی ہیں جن میں علماء امت نے تصریح کی ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

نقل اجماع پر علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حیاة وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء" (عمدۃ القاری شرح البخاری ج ۱۶ ص ۱۸۵)

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات وموت دونوں سلسلے ہوتے ہیں، ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے (ایک دنیا اور دوسرے قبر میں) ماسوائے انبیاء کے (کہ انہیں دنیا میں تو موت آچکی ہے لیکن قبر میں انہیں موت نہیں آتی بلکہ وہاں ان کو دائمی حیات حاصل ہے)

نقل اجماع پر شیخ عبدالحق حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

ترجمہ: حضور ﷺ کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

نقل اجماع پر نواب قطب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

نواب قطب الدین حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔'' (مظاہر حق شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۴۴۵)

وضاحت

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی ہے۔ لہٰذا قبر و برزخ کی حیات کو مجازی حیات نہیں کہا جا سکتا۔

۲...... ان کی حیات جسمانی ہے۔ اس لئے کہ حیات کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ ہے، لہٰذا روحانی کہہ کر جسم سے تعلق حیات کی نفی کرنا اجماع کے خلاف ہے۔

۳...... ان کی حیات دنیا کی سی ہے۔ اس لئے کہ بعض دنیاوی احکام اس حیات پر بھی لاگو ہوتے ہیں اور جو جسم دنیا میں نبی اور رسول کہلایا روح کا تعلق اسی جسم کے ساتھ ہے اور اسی کو حیات حاصل ہے۔

نقل اجماع پر علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نحن نؤمن ونصدق بأنه ﷺ حي يرزق في قبره وأن جسده الشريف لا تأكله الارض والاجماع على هذا'' ترجمہ: ہم اس بات پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے، آپ ﷺ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اسی پر اجماع منعقد ہے۔'' (القول البدیع ص ۱۷۲، دار الکتب العربی)

معلوم ہوا کہ:

۱...... جو جسد اطہر قبر میں مدفون ہے اسے زمین نہیں کھا سکتی۔

۲...... اسی جسد اطہر کے ساتھ حیات کا تعلق ہے۔

۳...... اہل حق کا اسی حیات پر اجماع ہے۔

منکرین حیات سے مطالبہ

جو لوگ روضہ اقدس میں مدفون ومحفوظ جسد اطہر کی حیات نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ حیات جسم مثالی کو حاصل ہے۔ ان لوگوں سے مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا الفاظ کی طرح واضح طور پر اجماع کا ثبوت پیش کریں کہ: ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا جسم مثالی عالم مثال میں زندہ ہے اور آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے اور جسد اطہر بغیر حیات اور تعلق روح کے موجود ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

ان الفاظ اور اس تفصیل کے ساتھ اگر منکرین کا عقیدہ سلف کی کسی کتاب میں موجود ہو تو سامنے لائیں

ورنہ جس اجماع کو ایک نہیں بلکہ مذاہب اربعہ کے ان گنت اکابر نے اتنے وثوق سے نقل فرمایا ہے اسے تسلیم کرلیں۔

نقل اجماع پر مولانا عبدالہادی نجیب آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

مولانا عبدالہادی نجیب آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''انھم اتفقوا علی حیوۃ ﷺ بل حیوۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیھا لا خلاف لاحد فیھا'' ترجمہ: محدثین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (انوار المحمود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

نقل اجماع پر مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ (محض) روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔'' (سیرت مصطفیٰ ج ۳ ص ۲۴۹، ۲۵۰)

حیات الانبیاء کے ثبوت پر اکابرین امت کی گواہیاں

تمہید: اکابرین کی عبارات پیش کرنے سے قبل ہم یہاں چند اصطلاحات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں جس سے ان شاء اللہ مسئلہ بالکل بے غبار ہو جائے گا اور منکرین کو کسی دست اندازی کا موقعہ اور بے جا تاویل کی ہمت نہ ہو سکے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ!

(۱) حیات دنیوی

اکابر کی عبارات میں حیات انبیاء کو بسا اوقات حیات دنیوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔منکرین اس سے حیات تکلیفی سمجھ کر بے جا اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔مثلاً: کیا پیغمبر ﷺ کو زندہ کفنایا اور دفنایا گیا؟ کیا زندہ پیغمبر پر جنازہ پڑھا گیا؟ اور اہل السنۃ والجماعت پر طرح طرح کی طعن و تشنیع کرتے ہیں۔حالانکہ اس مسئلہ پر قلم اٹھانے والے اکابر نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ حیات دنیوی کی تعبیر اس لئے کی جاتی ہے کہ قبر میں حیات کا تعلق دنیا والے جسم اطہر سے ہے اور اس کو حیات دنیوی تکلیفی نہ سمجھا جائے۔چنانچہ امام اہل السنۃ والجماعت حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر اکابرین کی عبارات پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح کے پیش نظر حضرات علماء دیوبند جہاں آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی اور حیات دنیوی کا لفظ بولیں گے تو اس سے یہی مراد ہوگی کہ آپ کی روح کا بدن دنیا سے تعلق ہے۔نہ یہ کہ تمام احکام میں یہ حیات دنیوی ہے اور اسی طرح علامہ سمہودی اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی عبارات میں حیات دنیوی اور جسمانی سے بھی یہی مراد ہے اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ کھانے اور پینے وغیرہ تمام امور میں وہ حیات دنیوی نہیں بلکہ علم و شعور اور ادراک و سماع میں وہ دنیوی ہے۔کما مرّ!
(تسکین الصدور ص ۲۸۰)

(۲) حیات برزخی

بعض اکابر کی عبارات میں حیات انبیاء کو حیات برزخی غیر دنیوی سے تعبیر کیا گیا ہے (کفایت المفتی وغیرہ) اس سے منکرین قبر والی حیات کی نفی پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح انبیاء کی ارواح عالم برزخ (جو نام ہے زمان کا) میں ہیں اسی طرح ان کے اجسام مبارکہ بھی برزخ مکانی (جو عام طور سے قبر کہلائی جاتی ہے) میں ہیں اور عالم برزخ اور عالم دنیا الگ الگ ہیں۔ پس عالم کا اعتبار کرتے ہوئے برزخی حیات کی اصطلاحی استعمال کی جاتی ہے اور عالم دنیوی کی نفی کی جاتی ہے۔

(۳) حیات روحانی

بسا اوقات اکابر کی عبارات میں حیات انبیاء کے لئے حیات روحانی کی اصطلاح بھی ملتی ہے۔ اس سے بھی منکرین شور مچاتے ہیں کہ مشائخ کے نزدیک انبیاء کی حیات روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ حالانکہ یہاں بھی بات صاف ہے کہ عالم برزخ میں چونکہ روح اصل اور جسم تابع ہے اسی وجہ سے اصل کو پیش نظر رکھ کر روحانی حیات کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں جسم اصل اور روح اس کے تابع ہے تو یہاں کی حیات کو حیات جسمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیا جسمانی کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جسم زندہ ہے اور روح مردہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اسی طرح حیات برزخی کو بھی روحانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ورنہ اکابر میں سے کوئی بھی روحانی کہہ کر جسد عنصری سے تعلق روح کی نفی کا قائل نہیں ہے۔

ان تین تمہیدی گزارشات کے بعد سمجھ لینا چاہئے کہ ان امور کا لحاظ رکھ لینے سے اکابر کی عبارات میں کوئی تضاد اور تعارض باقی نہیں رہتا۔ چاہے کوئی حیات انبیاء کو برزخی غیر دنیوی کہے یا چاہے دنیوی کہے۔ اسی طرح جسمانی حیات کہے یا روحانی، تمام اطلاقات مختلف اعتبارات سے ہیں۔ سب کے نزدیک جسم اور روح کا تعلق ثابت اور مسلم ہے اور اس تعلق کی بنا پر حیات انبیاء مسلمہ حقیقت ہے۔ اب اکابر کی چند عبارات مع مختصر وضاحت کے ملاحظہ کیجئے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مسلک احناف کے وہ عالم ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' کی بہترین شرح لکھی، امام صاحب کی یہ کتاب عقائد کے بارے میں ہے لامحالہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو بھی عقیدہ بیان فرمائیں گے وہ مذہب احناف میں معتبر عقیدہ ہوگا۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''فمن المعتقد المعتمد انه ﷺ حیّ فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم فان لأرواحهم تعلقاً بالعالم العلوی والسفلوی کما کان فی الحال الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون'' ترجمہ: معتمد عقیدہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلوی دونوں کے ساتھ ایک طرح کا تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیاوی حالت میں تھا۔ لہٰذا وہ قلوب کے اعتبار سے عرشی اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔ (شرح الشفا لعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض فی شرح الشفاج ۳ ص ۴۹۹)

ملا علی قاری ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ”ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوۃ من صلی علیھم“ ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں جو کوئی ان پر درود وسلام پڑھتا ہے وہ اس کے درود کو سنتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۰۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کا اعلیٰ علیین سے بھی اور قبر میں مدفون اجسام کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ لہٰذا اعلیٰ علیین میں انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ مان کر اجساد مبارکہ سے حیات کی نفی کرنا غلط ہے۔ جیسا کہ منکرین کا طریقہ ہے کہ وہ حیات برزخی اور اعلیٰ علیین میں ارواح کو مان کر اجساد مدفونہ مبارکہ سے حیات کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا یہ استدلال وکیل احناف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے بالکل مخالف ہے۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”فانھم لایموتون فی قبورھم بل ھم احیاء“ ترجمہ: یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نہیں مرتے، بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری ج ۷ ص ۶۰۰، باب فضیلۃ ابی بکر علی سائر الصحابۃ)

علامہ شرنبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”ومما ھو مقرر عندالمحققین انہ ﷺ حی یرزق متمتع متمتع الملاذ و العبادات ضیر انہ احجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات ینبغی لمن قصد زیارۃ النبی ﷺ ان یکثر الصلوۃ علیہ فانہ یسمعھا تبلغ الیہ“ ترجمہ: محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں آپ کو رزق ملتا ہے اور آپ ﷺ عبادت (نماز) سے لذت پاتے ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ وہ (ہماری) ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں جو شخص حضور ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے آئے اس کو چاہئے کہ کثرت سے درود پڑھے۔ کیونکہ آپ ﷺ اسے خود سن رہے ہوتے ہیں۔“

(مراقی الفلاح ص ۴۰۵)

علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”فقد أفاد فی الدر المنتقی انہ خلاف الاجماع قلت و أما ما نسب الی الامام الأشعری امام أھل السنۃ و الجماعۃ من انکار ثبوتھا بعد الموت فھو افتراء و بھتان و المصرح بہ فی کتبہ و کتب اصحابہ خلاف ما نسب الیہ بعض اعدائہ لأن الأنبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورھم و قد أقام النکیر علی افتراء ذالک الامام العارف ابو القاسم القشیری“ ترجمہ: تحقیق در منتقی میں ہے کہ (حضور ﷺ کی رسالت آپ ﷺ کی وفات کی بعد اب بھی حقیقتاً باقی ہے اور اسے صرف حکماً باقی کہنا) خلاف اجماع ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام اہل سنت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کی بقا کے منکر تھے۔ یہ ان پر افتراء اور بہتان ہے۔ کیونکہ ان کی اور ان کے تلامذہ کی کتابوں میں صراحتاً اس کے برعکس مذکور ہے۔ دراصل یہ بات ان کے دشمنوں نے ان کی طرف

منسوب کردی ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس افتراء کی امام ابوالقاسم قشیری نے اپنی کتاب میں تردید فرمائی ہے۔ (فتاویٰ شامی ج ۴ ص ۱۵۱)

وضاحت

۱...... اہل السنۃ والجماعۃ کے امام علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وفات کے بعد رسالت سے انکار کا عقیدہ منسوب کرنا جھوٹا بہتان ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت کا عقیدہ وفات کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کی بقا کا ہے۔

۲...... حیات کے انکار سے رسالت کا انکار لازم آتا ہے لیکن جب وفات کے بعد رسالت مان لی گئی تو لامحالہ حیات بھی ماننی پڑے گی۔ اس لئے کہ امام شامی نے وفات کے بعد کی رسالت کے اثبات کی علت ثبوت ''ثبوت حیات'' بیان فرمائی ہے۔ اس طرح نہیں فرمایا ''اگرچہ قبر میں بھی آپ بحالت موت ہیں لیکن موت کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ کی رسالت برقرار رہے'' بلکہ حیات کو دلیل بنا کر فیصلہ فرمایا کہ جب اہل سنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کو قبور میں حیات حاصل ہے تو امام اہل سنت کی طرف بعد الوفات رسالت سے انکار کی نسبت کیسے درست ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ رسالت کے لئے حیات ضروری ہے۔

یہاں پہنچ کر یقیناً منکرین یہی کہیں گے کہ ہم بھی تو حیات مانتے ہیں لیکن یہ حیات برزخی ہے جو جسم مثالی کو حاصل ہے۔ لہٰذا ہماری طرف حیات سے انکار کی بناء پر رسالت سے انکار کی نسبت نہیں کی جانی چاہئے۔

لیکن ان حضرات کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ منکرین جسم مثالی اور روح کی حیات کو مانتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد جسد اطہر عنصری سے حیات کی نفی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا ان کے نزدیک جو جسد اطہر دنیا میں ''فائز الرسالۃ'' تھا قبر میں (نعوذ باللہ) وہ صفت رسالت سے محروم ہے اور جس جسم کا دنیا میں وجود ہی نہ تھا، جو دنیا میں نہ محمد کہلایا اور نہ رسول و نبی کہلایا اور نہ ہی اس پر وحی نازل ہوئی۔ برزخ میں وہ جسم نبی بھی بنا اور رسول بھی۔ ''اعاذنا اللہ من ھذا الضلالۃ''

علامہ سمہودی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مسلک مالکیہ کے ترجمان علامہ سمہودی مالکی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''لاشک فی حیاتہ ﷺ بعد وفاتہ وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیوۃ الشھداء التی اخبر اللہ تعالیٰ بھا فی کتابہ العزیز'' ترجمہ: وفات کے بعد آپ ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے بڑھ کر ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲)

علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مذہب شافعی کے مشہور و معروف محقق عالم، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء کی وضاحت کرتے ہوئے ہیں: ''ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم فأین الموت'' ترجمہ: ہمارے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو پھر موت کہاں؟ (یعنی انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبر میں موت کیسے آسکتی بلکہ وہ تو وہاں حیات ہیں) (طبقات شافعیہ ج ۶ ص ۲۶۶)

حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مسلک شافعی کے عظیم محقق اور عالم اسلام کے مستند عالم، حافظ الحدیث، حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، بخاری شریف کی مشہور زمانہ شرح فتح الباری میں عقیدہ حیات کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''واذا ثبت انهم احياء من حيث النقل فانه يقوى من حيث النظر كون الشهداء احياء بنص القرآن والانبياء افضل من الشهداء'' ترجمہ: اور جب نقل کے لحاظ سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی بھی اس کی تائید کرتی ہے، اس لئے کہ شہداء قرآنی رو سے زندہ ہیں (تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ضرور حیات حاصل ہوگی) کیونکہ انبیاء کرام شہداء سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔'' (فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۸)

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان الله جل ثنائه رد الى الانبياء اروا حهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء'' ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔'' (حیاۃ الانبیاء ص ۱۴)

علامہ قاضی شوکانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مسلک حنبلیہ کے مشہور و معروف عالم و محقق علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ''عقیدہ حیات انبیاء'' کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله ﷺ حیّ بعد وفاته وانه يسرّ بطاعات امته وان الانبياء لايبلون مع ان مطلق الادراک كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى الى ان قال وورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون وان الحيوة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى وفى صحيح مسلم عن النبى ﷺ قال مررت بموسى ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره'' ترجمہ: بے شک محققین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ ﷺ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جب کہ مطلق ادراک یعنی علم اور سماع وغیرہ تو سب مردوں کے لئے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے بارے میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسمانی ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسمانی کیونکر نہ ہوگی؟ کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں'' امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس سے گزرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۰۵)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں انتہائی وضاحت کے ساتھ اس پاکیزہ عقیدے کی گرہ کو کھولا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ:

۱...... محققین کا مذہب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد زندہ ہیں۔

۲...... ان کے اجسام مبارکہ محفوظ ہیں۔

۳...... قرآن کریم میں شہداء کی حیات صراحتاً ثابت ہے جو انبیاء کی حیات کو بھی ثابت کر رہی ہے اس لئے کہ انبیاء ان سے افضل ہے تو انہیں بطریق اولیٰ حیات کا اعزاز حاصل ہوگا۔

۴...... ان کی یہ حیات جسمانی ہے۔

۵...... حدیث ''ان الانبیاء احیاء فی قبورھم'' ثابت اور صحیح ہے۔

۶...... امام بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے جو علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تسلیم ہے ورنہ وہ اپنا تبصرہ ضرور فرماتے۔

۷...... مذکورہ حدیث اور مسلم شریف کی حدیث دونوں عقیدہ حیات انبیاء کو صراحتاً ثابت کر رہی ہیں۔

منکرین سے ایک مطالبہ

منکرین سے مطالبہ ہے کہ آج یہ لوگ جن آیات اور احادیث کو اپنے عقیدے کی دلیل سمجھتے ہیں اس پر اکابر میں سے کسی ایک عالم کی ایک عبارت دکھائیں یا کوئی دس، بیس صفحات کا رسالہ سامنے لائیں جس میں یہ بات واضح طور پر ثابت کی گئی ہو کہ ان آیات اور احادیث سے محدثین، متکلمین اور محققین نے مماتی عقیدہ پر استدلال کیا ہے، کیا منکرین اس مطالبہ کو پورا کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً ایسا نہیں کر سکتے تو پھر یہ حقیقت مان لینی چاہئے کہ ان کا عقیدہ نہ تو اہل اسلام سے منقول ہے اور نہ ان کے پیش کئے جانے والے استدلالات درست ہیں بلکہ ان کا عقیدہ بھی خود ساختہ ہے اور اس پر قرآنی آیات اور احادیث کا پیش کرنا بھی بے فائدہ اور بے محل ہے۔ ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین''

مولانا شمس الحق خان عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مولانا شمس الحق خان عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کی شرح عون المعبود میں لکھتے ہیں: ''ان الانبیاء فی قبورھم احیاء'' ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔'' (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۴۰۵)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں: ''والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لا یتعقبھا موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورھم'' ترجمہ: افضل یہی ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ کی حیات ایسی ہے جس کے بعد قبر میں موت نہیں آئے گی۔ بلکہ (آپ ﷺ کو قبر میں) دوامی حیات حاصل ہے۔ نیز دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ حاشیہ)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کی مشہور شرح ''بذل المجهود'' میں لکھتے ہیں: ''ان نبی اللہ ﷺ حی فی قبرہ کما أن الانبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورھم'' ترجمہ: آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (بذل المجهود ج ۲ ص ۱۱۷)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اوّل معلوم ہو چکا ہے قسم معمولی شے کی نہیں کھائی جاتی، مقسم بہ کوئی عجیب اور ذی شرف شے ہونی چاہئے۔ اب دیکھنا چاہئے مقسم بہ یہاں کیا ہے؟ تو مقسم بہ یہاں حضور کی حیات کی اس حالت کو جو تولد سے لے کر وفات تک ہے اور اگر نظر اور وسیع کیا جاوے تو حضور کے لئے بعد وفات بھی حیات برزخی ثابت ہے اور وہ حیات شہداء کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی کے قریب قریب ہے۔ چنانچہ بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں۔ دیکھئے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ حضور کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، حضور کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور حدیثوں میں صلوٰۃ وسلام کا سماع وارد ہوا ہے۔'' (خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۳۰)

معلوم ہوا کہ:

۱...... آپ ﷺ کو وفات کے بعد حیات حاصل ہے۔

۲...... آپ ﷺ کی یہ حیات برزخی ہے (عالم کے اعتبار سے)

۳...... انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے۔

۴...... یہ حیات برزخی ہونے کے ساتھ ساتھ حیات ناسوتی (دنیوی) کے قریب قریب ہے۔

لہٰذا برزخی کہہ کر حیات جسمانی اور مثل دنیوی سے انکار کرنا درست نہیں، کیونکہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دونوں میں ظرفیت زمانی اور مکانی والا تعلق ہے۔ بالفرض اگر کہا جائے کہ انبیاء کی یہ حیات برزخی ہے لہٰذا جسمانی اور مثل دنیوی نہیں ہے تو منکرین بتلائیں کہ وفات کے بعد بھی حیات کے جو احکام جاری ہوتے ہیں ان کا کیا مقصد ہے؟ کیا ان احکام کے اجراء سے بھی انکار ہے؟

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان النبی ﷺ حیّ کما تقرر انه یصلی فی قبرہ بأذان و اقامة'' ترجمہ: آپ ﷺ زندہ ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی نماز پڑھنا حیات کی صفات میں سے ہے۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ اور گواہی

علماء عرب نے عقیدہ حیات انبیاء کے متعلق علماء عجم سے استفسار کیا تو مسلک دیوبند کی طرف سے مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ سوال و جواب دونوں ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

السوال الخامس: ''ما قولکم فی حیوۃ النبی ﷺ فی قبرہ الشریف هل ذالک امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنین حیوۃ برزخیة''

الجواب: ''عندنا وعند مشائخنا حیاة حضرة الرسالة ﷺ حیّ فی قبرہ الشریف و حیوته ﷺ

دنیویة من غیر تکلیف وھی مختصة به ﷺ وبجمیع الانبیاء علیہم السلام والشهداء لابرزخیة کما ھی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته ''انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء'' حیث قال: قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسی علیہ السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسداً حیاً الی آخر ما قال: فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ'' (المہند علی المفند ص ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: ''پانچواں سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے بارے میں کہ کوئی خاص حیات آپ ﷺ کو حاصل ہے یا ان کی حیات بھی عام مسلمانوں کی طرح برزخی ہے؟

جواب: ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیوی حیات کی سی ہے جو تکلیفی نہیں اور یہ حیات آپ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں اور انسانوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء'' میں لکھا ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء اور شہداء کو قبر میں ایسی حیات حاصل ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز جسم کے زندہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے (اور پھر آخر میں فرمایا) اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ ان کو یہ حیات عالم برزخ میں حاصل ہے۔'' معلوم ہوا کہ:

۱...... بعد از وفات حضرات انبیاء کرام کو قبروں میں حیات حاصل ہے اور یہ تمام مشائخ دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے۔

۲...... یہ حیات دنیوی کی سی ہے کیونکہ اس پر بعض احکام دنیویہ جیسے نماز پڑھنا وغیرہ لاگو ہوتے ہیں۔

۳...... یہ حیات دنیوی ہے مگر دنیاوی تکلیفی نہیں ہے۔ لہٰذا منکرین کا اس کو دنیاوی تکلیفی حیات سمجھ کر اہل سنت پر بے جا الزامات لگانا غلط ہے جیسا کہ یہ لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ دیوبندیوں نے اپنے زندہ نبی کو غسل دیا اور زندہ حالت میں دفن کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سارے الزامات بے محل اور ضد وعناد پر مبنی ہیں۔

۴...... یہ حیات، دنیاوی حیات کی سی ہونے کے ساتھ ساتھ برزخی بھی ہے اس لئے کہ اس کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ لہٰذا منکرین کا محض حیات برزخی کو ماننا اور جسمانی حیات سے اس کو انکار اور نفی کی دلیل بنانا غلط ہے۔

۵...... حیات انبیاء پر اہل السنۃ والجماعۃ کے پہلے علماء نے بھی کتابیں لکھی اور اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر دلائل قائم کئے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارا خانہ ساز عقیدہ نہیں ہے بلکہ تواتر سے منقول چلا آ رہا ہے۔ جب کہ منکرین کا تفصیلی عقیدہ اور اس پر پیش کئے جانے والے دلائل کی کوئی صراحت سلف صالحین اور اکابرین دیوبند سے نہیں ملتی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کا عقیدہ خانہ ساز اور استدلالات خود ساختہ ہیں۔

عقیدہ حیات الانبیاء فتاویٰ کی روشنی میں

مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے مفتی اوّل تھے۔ ہم یہاں ان کے تین فتاویٰ پیش کرتے ہیں:

سوال (نمبر ۳۰۵۰): آنحضرت ﷺ کا حیات ہونا مسلمات اہل سنت والجماعت سے ہے پھر قبض روح وتجہیز وتکفین وتدفین وغیرہ امور منافی حیات معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حیات انبیاء مثل شہداء عنداللہ ہونا کہا جاوے تو مابین کیا فرق ہوگا؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ابھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "انک میت وانھم میتون" لہٰذا احکام اموات ظاہریہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۴۲)

سوال (نمبر ۳۲۱۳): حضرت رسول اللہ ﷺ سید الشہداء ہیں یا نہیں۔ نیز شہداء کی حیات کے متعلق جو قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو کیا یہ حیات شہداء ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں اور آنحضرت ﷺ اس حیات میں شہداء سے افضل ہیں یا نہیں؟

جواب: آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور جب کہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل ہیں تو جملہ صدیقین اور شہداء سے بھی افضل ہیں اور ان کے سردار ہیں۔ اس میں کچھ جائے تردد اور شک ہیں ہے کما قیل "بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر" لیکن ظاہر میں آپ شہید نہیں ہوئے تا کہ سید الشہداء کا لفظ آپ کے لئے استعمال کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ کو جو کہ شہید ہوئے تھے سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا ہے "کما ورد فی الاحادیث" پس ایسا سوال آپ کا قلت علم وتدبر پر مبنی ہے ایسا سوال نہ کرنا چاہئے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل اور اعلیٰ ہے اور بحث اس کی طویل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۸ مکتبہ امدادیہ ملتان)

سوال (نمبر ۳۲۰۰): مرنے کے بعد جو سوال وغیرہ ہوتے ہیں تو روح مرنے کے بعد آسمان پر چلی جاتی ہے یا پھر قبر میں لائی جاتی ہے؟ یا جسم میں بند کر دی جاتی ہے؟

جواب: جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے۔ (ایضاً)

تنبیہ: منکرین حیات مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صرف مذکورہ بالا پہلا فتویٰ نقل کر کے کہتے ہیں کہ مفتی دیوبند کا مسلک بھی ہمارے مؤقف کے موافق ہے۔ حالانکہ پہلے فتویٰ کا تعلق وقوع موت اور احکام موت سے ہے بعد الموت والی حات کا وہاں کوئی تذکرہ نہیں ہے اور دوسرے فتویٰ میں مطلق حیات کا ذکر ہے جسم کے ساتھ حیات کا تعلق ہے یا نہیں اس میں اس کے متعلق کوئی بحث نہیں ہے۔ جسم اور روح کے تعلق کا مسئلہ تیسرے فتویٰ میں مذکور ہے جس کو منکرین بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں جب کہ تینوں فتاویٰ جات کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کا مسلک ومشرب بھی علماء دیوبند والا ہی ہے کہ آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی پوری ہو چکی، طبعی موت طاری ہونے کے بعد احکام موت کا بھی اجراء ہوا اس کے بعد چونکہ عالم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں وہاں آپ ﷺ کو حیات حاصل ہے جو عالم کے اعتبار سے برزخی ہے اور روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی بناء پر جسمانی ہے، یعنی جسم وروح کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

دارالعلوم دیو بند کا ایک اور فتویٰ

الجواب حامداً مصلیاً: یہ روایت حدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، قبر اطہر میں زندہ تشریف فرما ہونے کی بحث مستقل ہے، علماء حق کی تحقیق یہی ہے کہ زندہ تشریف فرما ہیں، اس پر دلائل موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم! (حررہ العبد: محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند) (فتاویٰ محمودیہ ج۱ص ۵۳۲، ۵۳۳)

جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ

عام اہل سنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں ہے اور تلذذاً نماز و دیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ یہ حیات برزخی اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی ومعنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ امت کا اجماعی عقیدہ اصول شریعت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج۱ص ۹۵)

مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جامعۃ الرشید کراچی) کا فتویٰ

الجواب ومنه الصدق والصواب: ''حياة الانبياء عليهم السلام برزخية ولكن بلغت حدالكمال فلذا يترتب عليها بعض الاحكام الحياة الدنيوية من تحرم نكاح الازواج المطهرات وعدم أكل الارض أجسادهم وعدم جريان الارث في أموالهم'' فقط: واللہ اعلم! (۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی ہے مگر اتنی قوی اور کامل ہے کہ اس پر بعض دنیاوی احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً: ازواج مطہرات کا نکاح کسی اور سے جائز نہ ہونا، زمین کا ان کے اجسام مبارکہ کو نہ کھانا اور ان کے اموال کا بطور میراث تقسیم نہ ہونا۔ (ترجمہ از راقم) (احسن الفتاویٰ ج۴ص ۱۹۱)

دارالعلوم دیو بند کا فتویٰ اور مفتیان جامعہ اشرفیہ لاہور کی تصدیق

الجواب مبسملاً ومحمد لا ومصليا ومسلما: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے۔ آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا تعلق بجسدہ وبروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں اس بات میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے خارج از اہل سنت والجماعت ہے غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ ﷺ سنتے بھی ہیں اور آپ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب! کتبہ: السید مہدی حسن نقی دارالعلوم دیو بند

الجواب صحیح: مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ رشوال ۷۶ ۱۳ھ

الجواب صحیح: اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق غفرلہٗ مدرسہ جامعہ اشرفیہ

الجواب صواب: محمد رسول خان عفا اللہ عنہ (جامع الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۴ تا ۱۹۶)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کا فتویٰ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مسئلہ حیات الانبیاء کے متعلق اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب: مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا پہلا خط مجھے ملنا یاد نہیں، بہرکیف! آپ کے سوال کا جواب عرض ذیل ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام سمیت تمام مخلوقات کو موت آتی ہے۔ البتہ موت کے بعد ہر انسان کو برزخی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔ برزخی زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کی روح کا اس کے جسم سے کسی قدر تعلق رہتا ہے، یہ تعلق عام انسانوں میں بھی ہوتا ہے مگر اتنا کم کہ اس کے اثرات محسوس نہیں ہوتے۔ شہداء کی ارواح کا تعلق ان کے جسم سے عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے انہیں احیاء قرار دیا ہے۔ ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' (البقرہ: ۱۵۴) اور انبیاء کرام کا درجہ شہداء سے بھی بلند ہے اس لئے احادیث کے مطابق ان کی ارواح کا تعلق جسم سے سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور ان کی ازواج کا نکاح بھی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا'' (الاحزاب: ۵۳) چونکہ ان کی ارواح کا تعلق سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے شہداء کی طرح انہیں بھی احیاء قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ حیات اس طرح کی نہیں ہے جیسی انہیں موت سے پہلے حاصل تھی۔ نیز قرآن وسنت میں اس کی بھی کوئی بھی دلیل نہیں ہے کہ اس حالت میں انبیاء کرام علیہم السلام کو دوسروں پر تصرف کا کوئی اختیار حاصل ہے۔ اگر کسی نے کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ دیکھا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی صورت مثالی ہوسکتی ہے جس کا ان کو علم ہونا ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم! (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۷۰)

مفکر اسلام مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

''نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں حی (زندہ) ہیں اور قبر شریف پر سلام پڑھا جائے تو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور ہر جگہ سے نہیں سنتے۔ بلکہ دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔'' فقط واللہ اعلم! (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۸۲)

فتویٰ جامعہ بنوریہ عالمیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کے منکر کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ المستفتی: محمد ندیم!

الجواب حامداً و مصلیاً: واضح ہو کہ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ کثیرہ کی روشنی میں اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ وتمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں اور وہاں ان کے ابدان مقدسہ بھی بعینہا محفوظ ہیں بایں ہمہ یہ حیات برزخی ہے جو کہ روح مبارک کے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ تعلق کی بنا پر حاصل ہے اور عام شہداء کی حیات برزخیہ سے قوی تر ہے۔ جب کہ یہ حیات برزخی مثل دنیوی بلکہ اس سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور اسی تعلق کی بناء پر نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر پڑھے جانے والے درود شریف بغیر کسی واسطہ کے بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھے جانے والے درود شریف آپ ﷺ پر بواسطہ فرشتوں کے پیش کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کی اس قسم کی حیات برزخی کا منکر ہو وہ مبتدع ہے اور ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں، اس سے احتراز لازم ہے۔

"عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون"

(مسند ابو یعلی ج ۶ ص ۱۴۷)

"وفی اعلاء السنن: عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ اطع کل امیر وصل خلف کل امام ولا تسبن احدا من اصحابی" (ج ۴ ص ۲۰۵)

"وفی منیۃ المصلی: ویکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل الی قولہ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الکفر۔ واللہ اعلم" (ص ۵۱۴)

حبیب الرحمن عفی عنہ
۷ / ربیع الثانی / ۱۴۲۹ھ

الجواب الصحیح
دستخط رئیس دار الافتاء:
مفتی عبد اللہ شوکت کان اللہ لہ

الجواب الصحیح
دستخط نائب مفتی:
مفتی سیف اللہ جمیل عفا اللہ عنہ

مذکورہ بالا فتویٰ درج ذیل امور پر مشتمل ہے جن سے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے اور عقیدہ مماتیت کی تردید ہوتی ہے:

۱...... اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ وتمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔

۲...... ان کے اجسام مقدسہ بھی بعینہا محفوظ ہیں۔

۳...... یہ حیات برزخی ہے۔

۴...... یہ حیات برزخی ہے جو کہ روح کے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ تعلق کی بنا پر حاصل ہے۔

۵...... اسی تعلق کی بناء پر نبی اکرم ﷺ روضہ انور پر پڑھے جانے والے درود شریف بغیر کسی واسطہ کے بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

یہاں تک ہم نے عقیدہ حیات کے اثبات کے دلائل اور عبارات اکابر پیش کر دیں۔ ان کے علاوہ بھی اکابرین کی کتابوں میں عبارات ملتی ہیں، انصاف پسند طبقے کے لئے ان شاء اللہ یہی کافی ہوگا۔ اس کے بعد منکرین کی طرف سے دلائل کے نام پر جو کچھ سامنے لایا جاتا ہے ان کا جائزہ بھی لیتے ہیں۔

منکرین کے شبہات اور ان کا دفعیہ

وقوع موت سے حیات قبری و برزخی کی نفی پر استدلال

جماعت منکرین کا عالم ہو یا عامی، اس سے جب بھی اس موضوع پر بات کی جاتی ہے تو موت کے بعد قبر میں حاصل ہونی والی زندگی کے انکار پر موت والی آیات پڑھتے ہیں مثلاً ''انک میت و انھم میتون، افائن مات او قتل انقلبتم، کل نفس ذائقة الموت'' یہ آیات اور اس طرح کی دیگر آیات پڑھ کر یہ تأثر دیتے ہیں کہ ہم اپنے مماتی عقیدے پر قرآنی آیات پیش کرتے ہیں اور دیوبندیوں کا عقیدہ حیات الانبیاء قرآن کریم کے خلاف ہے۔

جواب: حیات النبی ﷺ کی نفی پر موت والی آیات پڑھنا، قرآنی آیات کا بے محل اور بے موقع استعمال اور تفسیر بالرأی ہے جو بعینہٖ خوارج کا مزاج اور طریقہ ہے۔ کیونکہ ان آیات کا حیات فی القبر کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب موت واقع ہوگئی تو ''کل نفس ذائقة الموت'' اور ''انک میت و انھم میتون'' والی بات مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد قبر میں حیات حاصل ہے یا نہیں۔ ان آیات کا اس مسئلہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے، یعنی آیات کا تعلق وقوع موت سے ہے اور بحث بعد الموت قبل البعث والی حالت سے ہے۔ لہٰذا منکرین اس طرح قرآنی آیات کو بے محل نہ پڑھیں۔ ان پر لازم ہے کہ ایسی آیت پیش کریں جس میں بعد الموت قبل البعث قبر و برزخ میں حیات کی صریح نفی ہو۔

بعث بعد الموت والی آیات سے حیات قبر کی نفی پر استدلال

منکرین حضرات حیات انبیاء کی نفی پر وہ آیات بھی پڑھتے ہیں جن میں مردوں کے قیامت والے دن دوبارہ اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ مثلاً: ''ثم انکم بعد ذالک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامة تبعثون'' ان جیسی آیات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب بعث مردوں کا ہوگا تو ثابت ہوا کہ انبیاء مردہ ہیں۔ اگر انہیں زندہ مانا جائے تو زندوں کا بعث کیسے ہوگا؟ اور ستم بالائے ستم یہ کہ عقیدہ حیات کے قائلین اور اہل سنت کو ان آیات کا منکر گردانتے ہیں۔

جواب ا: پہلی گزارش یہ ہے کہ جن علماء نے آج تک اس عقیدے پر اجماع نقل کیا ہے۔ منکرین کے زعم میں نہ تو وہ علماء ان آیات کا مفہوم سمجھے ہیں اور نہ ہی ان آیات سے انکار پر آج تک مشائخ میں سے کسی نے انہیں تنبیہ کی ضرورت سمجھی گویا اس وقت تک تمام امت آیات قرآنی کے انکار کی مرتکب رہی، یہاں تک کہ منکرین کی جماعت پیدا ہوئی اور انہیں یہ الہام ہوا کہ ''عقیدہ حیات ماننے سے بعث بعد الموت والی آیات سے انکار لازم آتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہے اور امت میں قرآن فہمی کی نعمت صرف اسی ٹولے کو عطا کی گئی۔ چنانچہ یہی کچھ دیکھنے میں بھی آتا ہے کہ ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کی شان مفسر قرآن سے کم شمار نہیں ہوتی بلکہ وہ جاہل جو ان کے

پاس قرآن پاک کا محض ترجمہ بھی پڑھا ہوا ہو وہ بھی شیخ القرآن کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ پھر ان کے اوپر والے طبقے کے سامنے تو امام بخاری جیسے محدث بھی شاگرد کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کی تازہ ترین مثال سعید احمد ملتانی کی نئی دینی خدمت احادیث بخاری کے بارے میں لکھا گیا رسالہ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' ہے، جس میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ امام بخاری قرآن نہیں سمجھتے تھے۔ سعید صاحب نے اس کی جو مثالیں دی ہیں ان کے زعم میں شائد یہ ان کی انوکھی تحقیق ہوگی، لیکن ادنیٰ علمی ذوق رکھنے والا بھی شبہ میں پڑ جائے گا کہ کہیں یہ تحقیق منکرین حدیث سے مستعار تو نہیں لی گئی۔ بزعم ان کے قرآن کی تفسیر یہی سمجھتے ہیں ان کے علاوہ پوری امت قرآن فہمی کی نعمت سے محروم ہے۔

قارئین کرام! کو مماتی نفسیات بتلانے کے بعد ان کے استدلال باطل کی حیثیت بھی عرض کئے دیتے ہیں۔ دراصل جسم اور روح کے آپس کا تعلق مختلف طرح سے ہے قیامت والے دن جسم اور روح کا جو تعلق قائم ہوگا اس سے ایک مستقل حیات سامنے آئے گی۔ جب کہ قبر کی حیات اور روح وجسم کا تعلق مستقل نہیں۔ پس مستقل اور غیر مستقل میں تضاد اور تعارض نہیں ہوسکتا ہے۔ روح اور جسم کے مختلف علائق کے بارے میں امام ابن ابی العز رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: ''فالروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة الاحكام:

احدها: تعلقها به في بطن الام جنيناً۔ الثانية: تعلقها به بعد خروجه الى وجه الارض۔ الثالث: تعلقها به في حال النوم فلها تعلق من وجه ومفارقة من وجه۔ الرابع: تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقاً كلياً بحيث لا يبقى اليه التفات البتة فانه ورد ردها اليه وقت سلام المسلّم ورد انه يسمع خفق نعالهم حين يؤلون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا يوجب حياة البدن قبل يوم القيامة۔ الخامس: تعلقها به يوم بعث الاجساد وهو اكمل انواع تعلقها بالبدن ولا نسبة لما قبله من انواع التعلق اليه'' (شرح عقیدۃ الطحاویۃ ص ۴۵۱)

ترجمہ: روح اور بدن کا آپس میں تعلق پانچ قسم پر ہے ان میں سے ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں:

۱...... ماں کے پیٹ میں جنین (بچہ) کے بدن کا روح کے ساتھ تعلق کا ہونا۔

۲...... ماں کے بطن سے نکل کر یعنی پیدائش کے بعد دنیا میں جسم اور روح کا تعلق ہونا۔

۳...... نیند کی حالت میں روح اور جسم کا تعلق ہونا، اس حالت میں ایک طرح کا تعلق بھی ہوتا ہے اور ایک طرح کی مفارقت بھی ہوتی ہے۔

۴...... عالم برزخ میں روح اور بدن کا تعلق ہونا اگرچہ روح بدن کو چھوڑ چکی ہے لیکن مکمل طور پر ایسی جدائی نہیں ہوتی جس کی بناء پر روح کا جسم کی طرف التفات ہی نہ رہے (بلکہ ایک طرح کا تعلق باقی رہتا ہے) اس لئے کہ یہ تو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ دفن کیا ہوا شخص واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور روح کا لوٹا جانا ایک خاص قسم کا اعادہ ہے، لہٰذا اس سے قیامت سے پہلے جسم کی (وہ) حیات وجود میں نہیں آتی۔ (جو قیامت کے دن ہوگی)

۵...... جس دن اجسام کا بعث ہوگا اس دن روح اور جسم کے درمیان تعلق کا قائم ہوجانا۔ یہ تعلق سابقہ دیگر تمام تعلقات سے اکمل تر ہے ان تعلقات کا اس سے کوئی تقابل اور نسبت تک نہیں۔''

چوتھی اور پانچویں قسم پر بار بار غور کیا جائے کہ قبر و برزخ میں وہی تعلق ہے جس کی جماعت اہل السنۃ قائل ہے اور قیامت والے دن کے تعلق اور قبر و برزخ والے تعلق میں اتنا فرق ہے۔ جن کا آپس میں کوئی تقابل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ پس قیامت والے اعادہ کو لے کر قبر کی حیات کا انکار کرنا اور ان میں تضاد اور منافات کا قول کرنا غلط اور بے جا تعصب ہے۔

جواب ۲: بالفرض اگر مذکورہ اعتراض تسلیم کرلیا جائے تو منکرین اپنے عقیدے کے بارے کیا کہیں گے وہ بھی تو ایک گونہ دیوبندیت کو حق مانتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بھی انبیاء کی حیات کو مانتے ہیں مگر یہ حیات برزخی روحانی ہے جو ایک الگ جسم "جسم مثالی" کو حاصل ہوتی ہے۔ کیا آپ والی حیات سے بعث بعد الموت کی آیات کا انکار لازم نہیں آتا؟

ہوسکتا ہے کہ منکرین اس کا جواب عنایت فرمائیں اور کہیں کہ ہمارے ہاں جسد اطہر کو تو حیات حاصل نہیں لہٰذا اس کا بعث ہوگا، ہم تو جسم مثالی کے لئے حیات مانتے ہیں اس کے ساتھ بعث کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے عقیدے کو لے کر ہمارا اعتراض ہم پر نہیں کرسکتے۔ لیکن ان نادانوں سے کوئی تو پوچھے کہ قیامت والے دن جب روح جسد اطہر میں ڈال دی جائے گی اور وہ زندہ ہوکر مبعوث ہوگا تو جسم مثالی سے تو روح کا انفصال ہوجائے گا، گویا اس پر موت آجائے گی۔ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہو کیا وہ جنت میں مرجائے گا؟ حالانکہ بنص حدیث انبیاء کو تو دوسری موت نہیں آئے گی یا وہ بھی زندہ رہے گا اور ایک روح کے دو جسم ہوں گے؟ یہاں ذرا اپنی قرآن فہمی کا کرشمہ دکھایئے۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے اور میرے خیال میں شیخ القرآن کمپنی کے کسی شیخ القرآن کے پاس قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں جسم مثالی کے اس مفروضہ کی حقیقت بتلائی گئی ہو۔ شہداء کے جسم مثالی کے بارے میں تو مسلم شریف کی حدیث کا سہارا لیا جاتا ہے، لیکن انبیاء کرام کے جسم مثالی کے ثبوت پر کوئی حدیث ہو وہ دکھائیں تو سہی "ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین" لیکن!

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال: جس آیت میں شہداء کی حیات منصوص ہے اس سے انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہوتی ہے، لہٰذا جس حدیث سے شہداء کے لئے جسم مثالی ثابت ہے۔ اسی حدیث سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی جسم مثالی کو ثابت مانا جائے گا؟

جواب: شہداء کی ارواح کے مستقر اور ٹھہرنے کی جگہ پرندوں کے پیٹ بتلائے گئے ہیں کیا نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی پرندوں کے اندر ہیں، شہداء کی ارواح کو تم پرندوں کی شکلوں میں اجسام مثالی قرار دیتے ہو؟ (مسلک الاکابر ص ۲۴) کیا انبیاء کے اجسام پرندوں کی صورت میں ہیں؟ آہ کتنی بڑی گستاخی کی طرف ہنکایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔

دراصل آیت شہداء سے انبیاء کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن جمیع صفات میں انبیاء اور شہداء کو مماثل قرار نہیں دیا جاسکتا، ورنہ یہ کہا جائے گا کہ شہداء کے اجسام مثالیہ پرندوں کی شکل میں ہیں۔ لہٰذا انبیاء کی اجسام مثالیہ بھی اسی شکل میں ہوں گے۔ حالانکہ اس کہنے کی جرأت منکرین بھی نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کی حیات "من کل الوجوہ" شہداء کی حیات کے مماثل نہیں ہے، بلکہ ان سے بدرجہا افضل ہے۔

ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ آیت سے شہداء اور انبیاء دونوں کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ پھر حیات شہداء کی تفصیل حدیث مسلم میں ہے اور حیات انبیاء علیہم السلام کی تفصیل حدیث معراج میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھا اور دیگر انبیاء کے بارے میں حدیث صحیح "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" میں بتلایا گیا کہ وہ نمازوں میں مشغول رہتے ہیں اور یہ کہ ان پر سلام کیا جاتا ہے تو وہ سماعت فرماتے ہیں، یہ ساری صفات جسد عنصری کی ہیں۔ حیات انبیاء کی تفصیل میں وارد ہونے والی کسی روایت میں جسم مثالی کا تذکرہ تک نہیں۔ لہٰذا منکرین کا انبیاء کو جو افضل ہیں مفضول یعنی شہداء پر قیاس کرنا یکسر غلط ہے۔ اس غلطی کا نظارہ آپ طیب پنج پیری امیر اشاعت کے رسالہ بنام (مسلک الاکابر ص ۲۴) میں فرما سکتے ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ کیجئے: "حدیث میں بتادیا کہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کی شکل کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں، اسی طرح مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہیں۔"

شہداء والی روایت کا اصل مطلب محدثین نے کیا بیان فرمایا ہے یہاں ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے (اس لئے کہ ماقبل میں یہ بحث تفصیل سے مذکور ہے کہ حدیث میں تشبیہ ہے، کسی جسم مثالی کا تذکرہ نہیں ہے) لیکن اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مثالی پر ان کے پاس کوئی حدیث صحیح اور نص صریح موجود نہیں ہے، اس لئے قیاس سے کام چلایا جا رہا ہے۔ لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ جماعت اشاعت کے امیر محترم اس قیاس کو حدیث کا نام دے کر علماء دیوبند پر طعنہ زن ہیں مذکورہ بالا عبارت کے فوراً بعد لکھتے ہیں:

کیا ہمارے کرم فرما حدیث نبوی کے تابع اکابر کے اس اجتماعی موقف کو اپنانے کیلئے تیار ہیں؟

امیر اشاعت اگر ناراض نہ ہوں تو یہ کرم فرما عرض کرنا چاہتا ہے کہ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مثالی کے متعلق کون سی حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس کے اکابر رحمۃ اللہ علیہ تابع ہیں؟ حیات انبیاء پر احادیث تو ہم عرض کر رہے ہیں جس کی تشریح بھی اکابر نے فرمادی ہے کہ جسد اطہر اور روح کے تعلق کی بناء پر انبیاء کو حیات حاصل ہے اور یہ تعلق ایسا قوی ہے کہ بعض احکام دنیویہ بھی اس پر لاگو نہیں ہوتے اور حیات باعتبار عالم کے برزخی بھی ہے اور جسد اطہر کے ساتھ تعلق کی بنا پر دنیوی بھی ہے۔

کیا آپ احادیث صریحہ کے تابع اکابر کے اس اجتماعی موقف کو اپنانے کے لئے تیار ہیں؟

مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ سے دھوکہ دہی

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ سے منکرین اپنا خود ساختہ مفہوم نکال کر عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ہمارے جیسا تھا۔ جس فتویٰ سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے: "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور دوسرے عام لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے، اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نچلے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے تو وہ اموات میں داخل ہیں "انک میت وانھم میتون" اس کی صریح دلیل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ! (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۸)

منکرین اس فتویٰ سے اور اسی طرح جہاں ان کو برزخ کا لفظ ملتا ہے، اس سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس صاحب عبارت کو اپنا ہم نظریہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو انبیاء برزخ میں زندہ ہیں نہ کہ قبروں میں۔

علماء اہل سنت حیات برزخی کے قائل ہیں

جواب ۱: علماء اہل سنت انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی کے ہرگز منکر نہیں، بلاشبہ اس عالم دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی دنیاوی زندگی پوری ہو چکی ہے اور وہ عالم برزخ میں تشریف لے گئے ہیں ظاہر ہے عالم کے اعتبار سے ان کی حیات دنیوی نہیں بلکہ برزخی ہے۔ اس نقطہ پر تو جانبین کا اختلاف ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس نقطہ پر بحث کرنا یا ایسی عبارات پیش کر کے عوام کو اپنے گیت سنانا سعی لاحاصل ہے۔ نقطہ بحث یہ ہے کہ قبر میں مدفون جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق ہے یا نہیں، اس کو حیات حاصل ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا فتویٰ میں اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ اس کا اصل مفہوم اتنا سا ہے کہ عالم دنیا میں تشریف لے جانے کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام اموات کہلائے گئے اور عالم برزخ میں انہیں حیات حاصل ہے جسم اطہر کے بارے میں مذکورہ بالا تحریر بالکل خاموش ہے۔ زبردستی اس عبارت سے اپنے مطلب کی بات کشید کرنا کہاں کا انصاف؟

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح اور جسم اطہر کے تعلق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، دوسری جگہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

''جواب: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول اللہ ویا حبیب اللہ نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے۔ ہاں اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔

<u>اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم</u> اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف وعلم کے؟ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰)

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں کہ:

۱...... اہلسنت کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں۔

۲...... روح کا بدن اطہر کے ساتھ اتصال اور تعلق ہے۔

۳...... روح اور بدن کا یہ تعلق دائمی ہے دونوں میں کبھی مفارقت واقع نہیں ہوتی۔

۴...... اگر روح اور بدن میں مفارقت مانی جائے تو اس قبر والی حیات کا باطل ہونا لازم آتا ہے یا کم از کم فرق ضرور آئے گا۔ اسی نقطہ کی بناء پر اشاعتی ٹولہ کو مماتی اور منکرین حیات کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگ حیات برزخی کا تیر استعمال کر کے جسد اطہر مبارک سے حیات کی نفی کرتے ہیں۔ پس ان کے نزدیک جسد اطہر بغیر حیات کے ہے۔

۵...... روح اور بدن میں مفارقت ماننا بے اصل اور باعث توہین ہے۔

اب قارئین نتیجہ نکالیں کہ مفتی صاحب نے پہلے والے فتویٰ میں حیات برزخی کا ذکر فرما کر جسد اطہر کی حیات کا انکار فرمایا ہے یا یہ بھٹکے ہوؤں کی اپنی کارستانی ہے۔ نیز حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط اور ان کی طرف سے اہل سنت کی تائید ''المہند علی المفند'' میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ''رأیت الاجوبة کلها فوجدتها حقة وصریحة لا یحوم حول صرادقها شک ولاریب وهو معتقدی ومعتقد مشائخی وأناالعبد الضعیف الراجی رحمة مولاه المدعو بکفایة الله الشاهجان فوری الحنفی المدرس فی المدرسة الامینیة الدهلویة'' (المہند علی المفند ص ۸۱)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد شک اور ریب تک نہیں بھٹک سکتا یہ میرا عقیدہ ہے اور میرے مشائخ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔''

اور المہند میں عقیدہ حیات انبیاء درج ذیل الفاظ کے ساتھ تحریر ہے:

''فثبت بهذا أن حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ'' یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی اور برزخی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب اور ان کے مشائخ کے نزدیک حیات برزخی اور حیات دنیوی عنصری میں کوئی تضاد و منافات نہیں۔

تنبیہ: حضرت مفتی صاحب کے ان تاکیدی الفاظ سے سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت نے المہند کے تمام عقائد کو بالکل صحیح اور درست پایا اور اس کی تائید و توثیق فرمادی۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ حضرت سہارنپوری نے اس کے لکھنے میں تسامح سے کام لیا ہے سوائے ضد و عناد کے اور کچھ نہیں۔ نیز یہ ایک طرح کا اکابرین دیوبند پر الزام اور بہتان بھی ہے کہ علماء دیوبند عقائد میں بھی تغافل اور تسامح برداشت کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت سے تسامح ہوا ہے اور اہل سنت کے خلاف عقیدہ لکھ لیا۔ (مقالات نیلوی ص ۱۸۴)

نیلوی صاحب اور ان کے متبعین سے سوال ہے کہ: کیا اکابرین دیوبند کو عقائد کی کوئی اہمیت نہیں تھی؟ اگر اکابر عقیدہ میں غیر محتاط تھے تو آپ کو کس نے عقیدہ سکھایا؟

کیا ہمارے اکابر اتنے بزدل تھے کہ علمائے عرب کے لئے لکھی جانے والی کتاب میں علماء عرب کی خاطر اصل عقائد بھی سامنے لانے کی جرأت نہ کر سکے؟ اعاذنا اللہ من سوء الادب!

جواب ۲: لفظ برزخ سے یہ لوگ جسد اطہر اور قبر والی حیات کا انکار کرتے ہیں، یہ یا تو ان حضرات کی کج فہمی ہے یا دغابازی، اگر قبر و برزخ کی حقیقت دیکھی جائے تو ان کی یہ منطق بالکل جھوٹی نظر آئے گی۔ دراصل قبر اور برزخ کوئی الگ اور متضاد چیزیں نہیں ہیں کہ ایک کے ثبوت سے دوسرے کی نفی لازم آئے بلکہ برزخ عالم

اور زمان کا نام ہے اور وہاں کے مکان کا نام "قبر" ہے جیسا کہ آخرت عالم کا نام ہے اور جنت وجہنم وہاں کے مکان کے نام ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ آپ آخرت میں زندہ ہوں گے اور مقصد یہ ہو کہ جنت یا جہنم میں تجھے حیات نہیں ہوگی۔ یہ بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ آپ آخرت میں زندہ ہوں گے لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ زندگی یا تو جہنم میں ہوگی یا جنت میں ہوگی۔ اسی طرح جب یہ مان لیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں تو لامحالہ اپنی قبور ہی میں زندہ ہوں گے۔

سوال: المہند کی عبارت میں دنیوی کا اثبات ہے اور مفتی صاحب کے فتویٰ میں دنیاوی کی نفی ہے؟

جواب: پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ عالم کے اعتبار سے انبیاء کی حیات برزخی ہے، نہ کہ دنیوی یعنی برزخی کا اثبات اور دنیوی کی نفی باعتبار عالم کے ہے اور دنیاوی کا اطلاق اس اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ حیات کا تعلق اس جسم سے ہے جو دنیا میں محمد اور رسول کہلایا اور چونکہ اس حیات کے قوی ہونے کی وجہ سے بعض احکام دنیوی مثلاً میراث کا جاری نہ ہونا، ازواج مطہرات کے ساتھ کسی کا نکاح جائز نہ ہونا، انبیاء کرام علیہم السلام کا قبور میں نماز پڑھنا اور قریب سے صلوۃ وسلام کا سننا۔ یہ سب دنیاوی احکام ہیں۔ بایں وجہ دنیوی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ ان کو بعینہٖ دنیاوی تکلیفی حیات حاصل ہوتی ہے اس کا کوئی قائل نہیں، اگر کوئی اہل سنت کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے جیسا کہ منکرین کرتے ہیں تو سراسر الزام اور کج فہمی ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف اعتبارات سے کبھی برزخی غیر دنیوی اور کبھی دنیوی غیر تکلیفی کا اطلاق کیا جاتا ہے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

منکرین کا ایک مشہور سوال

منکرین اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب انبیاء علیہم السلام کو موت آچکی ہے اور موت کا معنی ہے روح کا جسم سے جدا ہو جانا اور یہ بات بھی قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام میں قیامت کے دن ڈالا جائے گا اس سے پہلے ارواح کو اجسام میں ماننا قرآنی آیات کے خلاف ہے۔ اس پر یہ حضرات علامہ ابن حزم کی ایک عبارت بھی نقل کرتے ہیں۔ عبارت درج ذیل ہے:

"وکذالک قولہ تعالی: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی فصح بنص القرآن ان ارواح سائر من ذکرنا لا ترجع الی جسدہ الا الی الاجل المسمی وھو یوم القیامۃ" ترجمہ: اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی نیند کے وقت اور ان جانوں کو قبض کرتا ہے جو نہیں مرتیں ان کی نیند میں، سو روک لیتا ہے ان جانوں کو جن پر وہ موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔" اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ تمام ارواح جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں قیامت سے پہلے جسم کی طرف نہیں لوٹتیں۔

جواب ۱: ہم پہلا جواب علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں عرض کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب کتاب الروح میں مذکورہ بالا اعتراض کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ رقمطراز ہیں: "فامسا کہ

سبحانه التی قضی علیها الموت لاینافی ردها الی جسدها المیت فی وقت ما رداً عادروجاً لا یوجب له الحیوة المعهودة فی الدنیا و اذا کان النائم روحه فی جسده و هو حیٌ و حیاته غیر حیاة المستیقظ فان النوم شقیق الموت فهکذا المیت اذا اعیدت روحه الی جسده کانت له حالة متوسطة بین الحیّ و بین المیت لم ترد روحه الی بدنه کحالة النائم المتوسطة بین الحیّ و المیت " ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ان جانوں کو روکنا جن پر وہ موت کا فیصلہ فرما چکے ہوتے ہیں اس کے منافی نہیں کہ ارواح کو بے جان جسم کی طرف کسی وقت ایسے طریقہ پر لوٹاتے ہیں جس سے دنیا کی معروف زندگی وجود میں نہ آتی ہو، جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی روح اس کے جسم میں ہوتی ہے اور وہ زندہ ہوتا ہے لیکن اس کی یہ حیات جاگے ہوئے شخص کی حیات کی طرح نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے الگ تر ہوتی ہے اور نیند موت کی بہن ہے۔ اسی طرح فوت شدہ شخص کا معاملہ بھی ہے۔ جب اس کے جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے تو اس کا حال زندہ اور ایسے مردہ کے حال کے درمیان ہوتا ہے جس کی طرف روح نہ لوٹائی گئی ہو جیسا کہ سونے والے کی حالت زندہ اور مردہ کے درمیان ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۳)

جواب ۲: دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن مردوں کو جو حیات دی جائے گی وہ مستقل حیات ہوگی روح اور جسم کا ایسا تعلق قائم کیا جائے گا جس سے انسان کو ابدی حیات مل جائے گی۔ جب کہ عالم برزخ و قبر میں جسم اور روح کے تعلق سے مستقل حیات رونما نہیں ہوتی ہے، یعنی قیامت کے دن" رد روح الی الجسم " مستقل حیات کو مستلزم ہے اور" رد روح فی القبر " غیر مستقل حیات کو مستلزم ہے۔ لہٰذا مستقل اور غیر مستقل میں تناقض کا قول کرنا غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں موت کے معنی میں بھی غور کر لینا چاہئے۔ کیا موت جسم اور روح کے بالکلیہ تعلق ختم ہو جانے کا نام ہے یا موت آنے سے صرف وہ تعلق ختم ہو جاتا ہے جس سے حیات تکلیفی وجود میں آتی ہے؟ موت کا معنی بیان کرتے ہوئے مشہور مفسر علامہ صابونی لکھتے ہیں:" قال العلماء: لیس الموت فناء و انقطاعاً بالکلیة عن الحیاة و انما هو انتقال من دار الی دار و لهذا ثبت فی الصحیح أن المیت یسمع و یری و یحس و هو فی قبره فالموت هو انقطاع تعلق الروح بالبدن و مفارقتها للجسد " (صفوۃ التفاسیر ج ۳ ص ۳۹۲)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ موت فناء اور مطلقاً حیات کے ختم ہو جانے کا نام نہیں ہے بلکہ موت کے معنی ہیں دنیا (کے عارضی) گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جانا۔ اسی وجہ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ میت سنتی، دیکھتی اور محسوس بھی کرتی ہے۔ لہٰذا موت کا مطلب یہ ہوا کہ روح اور جسم میں جدائی ہو جاتی ہے اور (دنیا والا) تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

البتہ جو تعلق قبر و برزخ میں قائم کیا جاتا ہے اس کی بناء پر ایک الگ حیات وجود میں آتی ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔ روح اور جسم کے مختلف علاقات قریب میں عرض کئے جا چکے ہیں۔ لہٰذا موت کی آیات سے مابعد الموت قائم تعلق یعنی قبر والی زندگی کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔

مولانا طیب طاہری اور نیلوی صاحب کی دھوکہ دہی

مولانا محمد طیب طاہری پنج پیر والے نے رسالہ (مسلک الاکابر ص ۱۴) پر حیات انبیاء کو غیر دنیوی ثابت

کرنے کے لئے امام ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حیاتھم بلا ریب أتم وأشرف من حیاۃ الشھداء الذین ھم بنص الکتاب (بل احیاء عند ربھم یرزقون)“ (آل عمران:۱۶۹)

”وھولاء حیاتھم الآن التی فی البرزخ حق ولکن لیست ھی حیاۃ الدنیا من کل وجہ ولا حیاۃ اھل الجنۃ من کل وجہ“ (سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۱۶۱)

نیز نیلوی صاحب نے بھی اپنے مقالات (ج۲ ص۳۱) پر یہی عبارت نقل فرمائی ہے انہوں نے اس سے پہلے والی عبارت: ”وھو حیٌ فی لحدہ حیاۃ مثلہ فی البرزخ التی ھی اکمل من حیاۃ سائر النبیین وحیاتھم بلا ریب أتم وأشرف من حیاۃ الشھداء الذین ھم بنص الکتاب (بل احیاء عند ربھم یرزقون)“ (آل عمران:۱۶۹)

کو بھی نقل کر کے حی کو طری تر و تازہ کے معنی میں لیا ہے۔ (مقالات نیلوی ج۲ ص۲۹،۳۰)

حالانکہ اگر امام ذہبی رحمہ اللہ کی مکمل عبارت دیکھی جائے تو اس سے اہل السنۃ والجماعۃ کی ترجمانی اور ان حضرات کے مطلب کی تردید ہوتی ہے۔ مکمل عبارت ملاحظہ کیجئے: ”انما المحذور أن تجوز علیہ تغیر سائر الموتی الآدمیین ورائحتھم وأکل الارض لاجسادھم والنبی ﷺ مفارق لسائر امتہ فی ذالک فلا یبلی ولا تاکل الارض جسدہ ولا یتغیر ریحہ بل ھو الآن وما زال اطیب ریحاً من المسک وھو حیٌ فی لحدہ حیاۃ مثلہ فی البرزخ التی ھی اکمل من حیاۃ سائر النبیین وحیاتھم بلا ریب اتم واشرف من حیاۃ الشھداء الذین ھم بنص الکتاب (بل احیاء عند ربھم یرزقون) (آل عمران:۱۶۹) وھولاء حیاتھم الآن التی فی البرزخ حق ولکن لیست ھی حیاۃ الدنیا من کل وجہ ولا حیاۃ اھل الجنۃ من کل وجہ ولھم شبہ بحیاۃ اھل الکھف“

ترجمہ: بلاشبہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ نبی علیہ السلام کے حق میں بھی تمام دوسرے مردوں جیسا تغیر، بدبودار ہونے اور زمین کا ان کے اجسام کو کھا لینے وغیرہ جیسا عقیدہ رکھا جائے۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ نبی ﷺ تمام امت سے ان احکام میں بالکل الگ ہیں، وہ فنا نہیں ہوتے مٹی نہیں بنتے، زمین ان کے جسم کو نہیں کھا سکتی اور ان کے جسم کی خوشبو نہیں بدلتی بلکہ وہ اب بھی اور ہمیشہ کے لئے مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں (یہاں تک جسم عنصری کے متعلق بات چلی کہ نبی کا جسم صحیح سلامت اور تروتازہ ہوتا ہے۔ اب اسی جسم کو حیات حاصل ہے یا نہیں تو فرمایا) اور وہ اپنی لحد میں زندہ ہیں جیسا کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں (اور) آپ کی یہ حیات تمام دیگر انبیاء کی حیات سے اکمل ہے اور ان کی حیات شہداء کی اس حیات سے بلاشبہ اتم واشرف ہے جو کتاب اللہ میں منصوص ہے ”بل احیاء عند ربھم یرزقون“ (آل عمران:۱۶۹) ان کی یہ حیات عالم برزخ میں ہے جو بالکل برحق ہے، لیکن یہ حیات نہ ہر اعتبار سے دنیا کی حیات کی طرح ہے اور نہ ہی ہر اعتبار سے اہل جنت کی حیات طرح ہے۔ بلکہ ان کی یہ حیات اصحاب کہف کی حیات کی طرح ہے۔

اب بات واضح ہوگئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جس طرح برزخ میں حیات حاصل ہے اسی طرح لحد میں بھی حیات حاصل ہے۔ دنیوی اور اخروی کی نفی والی عبارت تو لکھ لی گئی لیکن اصحاب کہف جیسی حیات والی عبارت چھپالی گئی کیونکہ اصحاب کہف کی حیات محض روحانی نہ تھی بلکہ ان کے دنیاوی اجسام زندہ تھے۔ ان کی حیات کے ساتھ تشبیہ دے کر امام ذہبی رحمہ اللہ نے بتلا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام دنیویہ کے ساتھ حیات کا تعلق ہے اور حیات سے مراد محض تروتازگی تب مراد لی جاتی جب ”ھو حیٌ فی لحدہ“ سے پہلے والی عبارت نہ ہوتی لیکن جسم کی

تر و تازگی والی بات اس عبارت ''لا یتغیر ریحہ'' تک مکمل ہو گئی۔ پھر اس کے بعد بتلا دیا کہ لحد میں جو جسم مبارک میں جو جسم مبارک مدفون ہے وہ صرف تر و تازہ محفوظ نہیں بلکہ حیات بھی ہے۔

دو موت اور دو حیات سے منکرین کا استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون'' ترجمہ: تم کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو جب کہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔ (البقرہ:۲۸)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ''قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین'' ترجمہ: وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو بارہ زندگی دی۔'' (المؤمن:۱۱)

منکرین کہتے ہیں کہ راجح قول کے مطابق دونوں آیات میں پہلی موت سے پیدائش سے پہلی والی حالت یعنی مردہ حالت اور پہلی حیات سے پیدا ہونے کے بعد والی زندگی مراد ہے جب کہ دوسری موت سے دنیا سے رخصت ہو جانا اور دوسری حیات سے آخرت میں زندہ کیا جانا مراد ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''القول الاوّل: الموتۃ الاولی قبل خلقھم الموتۃ الثانیۃ خروج أرواحھم والحیاۃ الاولی حیاتھم علی وجہ الارض والحیاۃ الثانیۃ عند ما یبعثون یوم القیامۃ'' اس کے بعد مزید مختلف چار اقوال ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''الراجح من تلک الأقوال الخمسۃ ھو قول ابن عباس وابن مسعود القول الاوّل'' (تفسیر طبری ج ۱ ص ۱۷۳، ۱۷۴)

اب اگر قبر والی حیات مان لی جائے تو حیات تین ہو جائیں گے جو ان صریح نصوص کے خلاف ہے؟

جواب: ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حیات فی القبر کو مان لینا قرآنی آیات کے خلاف ہے۔ یہ نتیجہ خود نصوص اور مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان آیات میں حیات قبر کا ذکر نہیں ہے اور عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ یہی بات آیت بقرہ کے تحت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں بیان بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''ثم لا دلیل فی الآیۃ علی المختار لنفی عذاب القبر اذ نھایۃ ما فیھا عدم ذکر الاحیاء المصحح لہ'' ترجمہ: اس آیت میں عذاب قبر کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمہ حیات (فی القبر) کے ذکر سے یہ آیت ساکت ہے (اور کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہوتی) (تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۴)

حضرت مفتی محمد شفیع اس بات کی وضاحت اپنے ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں دنیا کی زندگی اور موت کے بعد صرف ایک حیات کا ذکر ہے جو قیامت کے روز ہونے والی ہے، قبر کی زندگی جس کے ذریعہ قبر کا سوال و جواب اور قبر میں ثواب و عذاب ہونا قرآن کریم کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے اس کا ذکر نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ برزخی زندگی اس طرح کی زندگی نہیں ہے جو انسان کو دنیا میں حاصل ہے یا آخرت میں پھر ہوگی، بلکہ ایک درمیانی صورت مثل خواب کی زندگی کے ہے، اس کو دنیا کی زندگی کا تکملہ بھی کہا جا سکتا ہے اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی، اس لئے کوئی مستقل زندگی نہیں جس کا جداگانہ ذکر کیا جائے۔''

(تفسیر معارف القرآن ج اوّل ص ۱۷۳)

۱...... حیات قبر قرآن کریم کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۲...... مذکورہ بالا آیات سے حیات قبر کی نفی کرنا درست نہیں۔

لیکن منکرین اکابر کی ان صریح عبارات کو نظر انداز کرتے ہیں اور عدم ذکر کو نفی کی دلیل بتلاتے ہیں جو قطعاً غلط ہے۔

روح مبارک کا اعلیٰ علیین میں ہونے سے منکرین کا استدلال

نیلوی صاحب (ندائے حق ص ۲۰۴) پر لکھتے ہیں: حضرت بتول فاطمۃ الزہراؓ اپنے ابا جان ﷺ کی وفات کے بعد فرماتی ہیں: ’’یاأبتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنۃالفردوس ماواہ یاأبتاہ الی جبرئیل ننعاہ‘‘ اے میرے ابا جان! آپ ﷺ کے رب نے اپنے حضور میں آپ کو بلایا اس کی دعوت قبول کر کے چلے گئے۔ اے میرے ابا جان! اے وہ شخص جس کا ٹھکانہ اب جنت الفردوس ہے۔ اے میرے ابا جان! جبرئیل کی طرف ہم اس کی موت کی خبر پہنچاتے ہیں۔ (اجاب ربأ دعاہ کے نیچے بین السطور ای الی الجنۃ کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں) (مشکوٰۃ ص ۵۴۷)

’’قال رجل لابن مسعود قبض رسول اللہ ﷺ این ھو؟ قال فی الجنۃ‘‘ (شرح الصدور ص ۹۸)

(نیلوی صاحب کی عبارت ختم ہوگئی)

مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ آپ ﷺ جنت میں زندہ ہیں، قبر میں نہیں۔ اس کے علاوہ منکرین عام طور پر کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کو جنت میں زندہ مانتے ہیں اور تم نبی کو زمین کے گڑھے میں زندہ مانتے ہو لہٰذا تم گستاخ ہو۔

جواب: روح پاک کے اعلیٰ علیین میں ہونے سے اہل السنۃ والجماعۃ نے کبھی انکار نہیں کیا، لیکن روح کے اعلیٰ علیین میں ہونے سے یہ بات ثابت کرنا کہ جسد اطہر مردہ پڑا ہوا ہے، منکرین کا خود ساختہ نتیجہ ہے۔ حدیث میں اس کی طرف خفیف اشارہ تک نہیں ہے۔ ہم اس حدیث کو سلف صالحین اور ائمہ کرام کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث سے جسد اطہر کو مردہ سمجھا ہے یا وہ جسد اطہر کے ساتھ روح کے تعلق کے قائل ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ’’ھذا مع القطع بأن روحہ الکریمۃ فی الرفیق الأعلی مع ارواح الانبیاء وقد صح عنہ انہ رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ لیلۃ الاسراء وراٰہ فی السماء السادسۃ او السابعۃ فالروح ھناک ولھا اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیہ وتعلق بحیث یصلی فی قبرہ ویرد سلام من سلم علیہ وھی فی رفیق الأعلی‘‘ ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک دیگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں ہے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسراء کی رات قبر میں بھی کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اور چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا، پس روح وہاں ہے اور قبر اطہر میں مدفون جسم مبارک کے ساتھ اس کو ایسا تعلق اور اتصال ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والے کو اس کے سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۵۴)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح مرقات میں رقمطراز ہیں: ’’قال العسقلانی فی فتاوی ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین وبکل روح بجسدھا اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیوۃ الدنیا بل اشبہ شئی بہ حال النائم وان کان ھو اشد من حال النائم اتصالا وبھذا یجمع بینما ورد ان

مقرھا فی العلیین والسجین وبین ما نقله ابن عبدالبر عن الجمهور انها عند افنية قبورها'' ترجمہ: علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مؤمنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کا اس کے جسم کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے وہ اتصال دنیوی زندگی کے مشابہ نہیں، بلکہ سونے والے کے جسم اور روح کے درمیان قائم تعلق کی طرح ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر ہوتا ہے۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں جمع وتطبیق ہوجاتی ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ روح کا مستقر علیین یا سجین ہے اور یہ کہ جس کو ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ ارواح قبروں میں ہوتی ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵)

یعنی روح کے علیین یا سجین میں ہونے اور قبر میں جسم کے انعام یا عذاب کو محسوس ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے کہ دونوں میں تعلق رہتا ہے۔ یہاں سے منکرین کی نفسیات اور انداز تحقیق کی بھی تعیین ہوگئی کہ وہ احادیث کو ائمہ حدیث کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ احادیث مبارکہ کی مراد میں خودرائی کا مظاہرہ کرکے خواہ مخواہ کا تضاد وتعارض نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مسلمہ عقائد ونظریات کے حوالے سے عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کیا جائے۔

قبر کے مفہوم میں منکرین کا مغالطہ

منکرین حیات کہتے ہیں کہ ہم بھی حیات مانتے ہیں لیکن اس قبر میں نہیں جس میں جسد عنصری مدفون ہے اس لئے کہ قبر دراصل برزخ کا نام ہے زمین والا گڑھا حقیقت میں قبر نہیں ہے اور حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' میں بھی قبر سے برزخ مراد ہے۔ چنانچہ جماعت اشاعت کے امیر محترم رقمطراز ہیں: اسی بحث کے ضمن میں یہاں ایک نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے، ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور خیر فقہائے احناف واکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کوئی بات سننے یا ماننے کو تیار نہیں۔ (مسلک الاکابر)

جواب: جاننا چاہئے کہ منکرین قبر کے مفہوم میں بے جا تاویل کرتے ہیں حالانکہ ساری دنیا کے مسلمان قبر کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ نصف النہار کا چمکتا سورج۔ ہم ذیل میں اس کی وضاحت کے لئے مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں اس لئے کہ موجودہ دور کے علماء دیوبند کا ان پر مکمل اعتماد ہے اور اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ محقق ہونے کے ساتھ ساتھ دیوبند کے سچے ترجمان تھے اور کسی بھی مسلکی تعصب سے ان کا واسطہ نہ تھا بلکہ ہمیشہ وہی بات کرتے جو اہل سنت کا موقف ہوتا تھا۔ ہم حضرت کی مشہور اور معتبر کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' سے ذیل میں مع سوال کے حضرت کا جواب نقل کرتے ہیں۔

قبر کی شرعی تعریف

سوال ۱: قبر کی شرعی تعریف کیا ہے؟ اگر اس سے مراد شرعاً وہی زمینی گڑھا ہے تو اس کے قبر شرعی ہونے پر کیا دلائل ہیں۔

سوال ۲: منکرین حیات کہتے ہیں کہ یہ گڑھا شرعی طور پر قبر نہیں ہے ورنہ ان افراد کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہیں جلادیا گیا یا غرق ہونے کے بعد سمندر کی مچھلیاں کھاگئیں؟

سوال ۳: اگر قبر سے شرعی طور پر یہی گڑھا مراد ہے تو ایک صالح کے لئے اس کی فراخی اور برے کے لئے اس کی تنگی ظاہری قبر کی طرح مشاہدے میں کیوں نہیں آتی؟

امید ہے کہ ایک طالب علم کی تسلی کے لئے مفصل اور باحوالہ تحریر فرمائیں گے۔

جواب: قبر سے مراد یہی گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے، اسی میں ثواب وعذاب ہوتا ہے، اس کے دلائل بہت ہیں چند ایک کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

۱...... "ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعدانہ" (الحدیث) (صحیح بخاری ج۱ ص۱۸۴)

میت کو اسی قبر میں رکھا جاتا ہے، اسی میں وہ لوٹنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اسی میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسی قبر میں بٹھاتے ہیں۔

۲...... "خرج النبی ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتاً فقال یھود تعذب فی قبورھم" آنحضرت ﷺ نے انہی قبروں سے عذاب کی آواز سن کر فرمایا تھا کہ یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔

(بخاری ج۱ ص۱۸۴)

۳...... "مرّ النبی ﷺ علی قبرین فقال انھما لیعذبان الخ" آنحضرت ﷺ انہی قبروں پر گزرے تھے اور انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری ج۱ ص۱۸۴)

۴...... "بینما النبی ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلۃ لہ ونحن معہ اذ حادت بہ فکادت تلقیہ واذا قبرہ ستۃ او خمسۃ او اربعۃ فقال ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا فلو لا ان لا تدافنوا الدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منہ الخ" (صحیح مسلم ج۲ ص۳۸۶)

اسی قبر کے عذاب سے آپ کی سواری بدکی تھی اور انہی قبروں میں ان لوگوں کو عذاب دیا جارہا تھا اور انہی قبروں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ قبر کا جو عذاب میں سن رہا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دیتا۔

۵...... "قولی: السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین"

"السلام علیکم یا اھل القبور" (ترمذی ج۱ ص۱۲۵)

"السلام علیکم دار قوم مؤمنین" (ابوداؤد ج۳ ص۱۰۵)

انہی قبور میں جانے والے کو السلام علیکم کہنے کا حکم ہوا۔ اور انہی قبور کو دار قوم مؤمنین فرمایا گیا۔

قبر کا عذاب وثواب عالم غیب کی چیز ہے، اس لئے اس کو ہماری نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا، جس طرح خواب کے احوال بیداری والوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو دفن نہیں کیا جاتا کیا بعید ہے کہ ان کے لئے فضا ہی کو قبر بنا دیا جائے؟ بہرحال عذاب قبر کا انکار کرنا یا نصوص کے برخلاف قبر میں تاویلیں کرنا تقاضائے ایمان وانصاف کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم! (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۱۰ ص۵۳۸، ۵۴۰)

قارئین کرام! خود ہی ایک رخ متعین کریں کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی روشنی میں قبر کی شرعی تعریف فرماتے ہیں وہ صحیح ہے یا مولوی طیب کے دعوے؟ اس لئے کہ مولوی صاحب فقہائے احناف کا نام تو لے رہے ہیں مگر یہ بھول گئے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں قبر کے متعلق جو احکام بیان کئے گئے ہیں وہ برزخ کے متعلق ہیں جو نظروں سے اوجھل ہے یا نظر آنے والی زمینی قبر کے بارے میں ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ ذہن میں یہ بات ابھرے کہ مولوی طیب نے بھی اکابر کی عبارات سے قبر کا مفہوم بتلایا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جتنی عبارات ہیں۔ اگر وقت نظر و تحقیق سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو بآسانی معلوم ہوجائے گا کہ ان عبارات کا اصل مقصد کچھ اور ہے لیکن مولوی صاحب نے ان کو اپنی غرض پر منطبق کرلیا۔ ہم اس کی چند ایک مثالیں عرض کرتے ہیں۔ مولوی صاحب شرعی قبر سے انکار پر ''مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ'' کی نسبت لکھتے ہیں۔

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں: ''فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بٹھاتے ہیں۔'' (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۵۲۔ مسلک الاکابر ص ۲۷)

حالانکہ یہاں مفتی صاحب ایک عوامی غلط فہمی کا ازالہ فرمارہے ہیں۔ مکمل سوال و جواب ملاحظہ فرمائیے:

سوال: مشہور ہے کہ فرشتے میت کو قبر میں حساب و کتاب کے لئے بٹھاتے ہیں اس لئے لحد اتنی گہری ہونی چاہئے کہ اس میں میت آسانی سے بیٹھ سکے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب باسم ملھم الصواب: یہ محض جہالت ہے، فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بٹھاتے ہیں، لحد یا شق کی گہرائی صرف اتنی ہونی چاہئے کہ اس میں میت کو سنت کے مطابق کروٹ پر لٹایا جاسکے، بالائی سطح میت کے جسم سے الگ مگر بالکل قریب ہو، تاکہ قبر کے گرنے اور درندوں سے حفاظت رہے۔

''ولا یمس السقف المیت'' (طحطاوی علی المراقی ص ۳۳۳) فقط واللہ اعلم! ۷ رمحرم ۱۴۰۱ھ

اور جس مسئلہ میں بحث ہے یا جو مولوی صاحب کو ثابت کرنا ہے وہ یہ ہے کہ آیا مادی اور مدفون جسم کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مفتی صاحب کا مفصل فتویٰ موجود ہے۔ مگر اس سے آنکھیں چرا کر الگ موضوع کے متعلق فتویٰ میں قطع و برید کرکے خوش اور مطمئن ہوگئے۔ اصل موضوع کے متعلق بھی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے تاکہ بات صاف ہوجائے کہ مفتی صاحب مسلک اہل سنت دیوبند کی ترجمانی فرماتے ہیں یا اہل اشاعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ مکمل سوال و جواب درج ذیل ہے:

جسم بلا روح کو عذاب کیسے ہوگا؟

سوال: قبر میں انسان کا صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے تو عذاب قبر کس چیز پر ہوتا ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب باسم ملھم الصواب: بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح وجسد دونوں پر ہوتا ہے، کیونکہ مردہ کا قبر میں جاکر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

''قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن قولھم (ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین) فان اللہ تعالیٰ ذکر الموتۃ مرتین وھما لاتتحققان الا ان یکونا فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین ما یتحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخرۃ ما یتحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر'' (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۱)

روایت میں نکیرین کے بارہ میں "یقعدانہ" کالفظ وغیرہ من الروایات بھی اعادہ روح پر دال ہیں۔

رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے، سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔ مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے جیسا کہ خواب میں کسی کو تکلیف ہو رہی ہو۔ بلکہ یقظان کو تخیل و تفکر کی وجہ سے سرور یا غم لاحق ہو ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔

جسم اگرچہ مٹی ہو جائے تب بھی احادیث سے ثابت ہے کہ ریڑھ کی ہڈی مٹی نہیں ہوتی تو اسی کا احیاء ہو سکتا ہے۔ بالفرض سارا جسم ہی مٹی ہو جائے تب بھی جسم کی ہیئت وصورت بدل گئی اس کا اصل مادہ تو باقی ہے۔ پس مٹی ہو جانے کے بعد بھی ان اجزاء میں ایسے طریق سے اعادہ روح کہ ہم اسے معلوم نہ کر سکیں قدرت باری تعالیٰ سے خارج نہیں۔

"قال السیوطی فی شرح الصدور عذاب القبر ھو عذاب البرزخ (الی قولہ) ومحلہ الروح والبدن باتفاق اھل السنۃ وفی فیض الباری قیل العذاب علی الروح فقط وقیل علی الروح والجسد معاً ومال الی الاوّل الحافظ ابن قیم والاقرب عندی ھو الثانی وذھب الصوفیۃ الی انہ علی الجسد المثالی الخ" (فیض الباری ج ۲ ص ۴۹۲)

"وایضاً فیہ بعد بحث بدیع ثم لا حاجۃ الی اثبات عذاب القبر الی ما قالہ الصوفیۃ ان العذاب علی البدن المثالی دون المادی وحینئذ لا بعد ان لم نشاھد احدا یعذب فی قبرہ الخ" (فیض الباری ج ۲ ص ۴۷۶)

"وفی عمدۃ القاری ان المصلوب لا بعد فی الاحیاء والمسألۃ منہ مع عدم المشاھدۃ کما فی صاحب السکر فانہ حیّ مع انا لا نشاھد حیاتہ کما فی رؤیۃ النبی ﷺ جبریل علیہ السلام وھو بین اظھر اصحابہ مع سترہ عنھم ولا بعد فی ردالحیاۃ الی بعض اجزاء البدن فیختص بالاحیاء والمسألۃ والعذاب وان لم یکن ذالک مشاھدأ لنا" (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۳)

"وکذا حقق جبل الحدیث الحافظ ابن الحجر ایضاً فی الفتح فراجعہ" (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۲)

فقط: واللہ تعالیٰ اعلم ۱۷ رصفر ۷۵ھ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۴، ۲۰۵)

مولوی طیب اور مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کا تقابل

اب قارئین کرام حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس تفصیلی فتویٰ اور مولوی طیب طاہری امیر اشاعت کے نظریے کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں:

۱...... مولوی صاحب کہتے ہیں "ہر روح کو ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں۔"

(مسلک الاکابر ص ۲۷)

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔"

۲...... مولوی صاحب کہتے ہیں: "ہر روح کو ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اسے عذاب وثواب ہوتا ہے۔" (مسلک الاکابر ص ۲۷)

جب کہ مفتی صاحب نقل فرماتے ہیں: ''عذاب قبر عذاب برزخ ہے اور اس کا محل باتفاق اہل سنت روح اور بدن ہے۔'' (اور یہ بھی فرما چکے کہ بدن سے جسم مادی مراد ہے)

۳...... مولوی صاحب عذاب وثواب کو جسم مثالی کے متعلق مانتے ہیں اور اسی پر زور لگا کر راجح تصور کرا رہے ہیں۔ (مسلک الاکابر ص ۲۷)

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسم مثالی والا قول ذکر کر کے اس کے مقابلہ میں عذاب وثواب اور اعادہ کو جسم مادی کے ساتھ متعلق مانتے ہیں اور اسی کو صحیح اور راجح قرار دیتے ہیں۔

۴...... مولوی صاحب کہتے ہیں: ''الحاصل ایک دفعہ بدن سے روح نکل جانے کے بعد دوبارہ قیامت کو ہی داخل ہوگی اس سے پہلے نہیں۔'' (مسلک الاکابر ص ۱۸، ۱۹)

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے، کیونکہ مردہ کا قبر میں جا کر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے'' اور جسم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔''

۵...... مولوی صاحب نے اپنی مطلب براری کی خاطر فیض الباری کی آدھی عبارت نقل کی ہے: ''الحاصل ان البرزخ اسم لانقطاع حیاۃ ھذا العالم وابتداء حیاۃ اخری'' اور حاصل بحث یہ ہے کہ برزخ اس دنیا کی زندگی کے منقطع ہونے اور ایک دوسری زندگی کے شروع ہونے کو کہتے ہیں۔''

اور مسئلہ حیات کے متعلق اس تحقیق کو نظر انداز کر دیا جو مفتی صاحب نے ''فیض الباری'' کے حوالے سے حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق، ذکر کردہ مختلف اقوال اور پھر ان کے نزدیک راجح قول کو نقل فرمایا ہے: ''والاقرب عندی ھو الثانی'' اور دوسرا قول یہی ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے اور مفتی صاحب پہلے فرما چکے کہ قول راجح کے مطابق جسم سے جسم مادی مراد ہے۔

۶...... مولوی صاحب نے علامہ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی عبارت نقل کی ہے: ''واعلم ان عذاب القبر ھو العذاب البرزخ'' (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۴۵۱)

جان لیجئے کہ عذاب قبر تو عذاب برزخ ہی ہے۔ (مسلک الاکابر ص ۲۵)

صرف لفظ برزخ کو دیکھ کر خوش ہو گئے مگر اس بات کی صراحت کے لئے کوئی عبارت نقل کرنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے یا جسم اور روح دونوں کو اور پھر جسم سے مراد جسم مثالی ہے یا مادی اور عنصری؟ برزخ میں عذاب ہونے سے قبر کی نفی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ مولوی صاحب کا مذہب یہی ہے کہ عذاب وثواب کا تعلق قبر میں نہیں برزخ میں جسد مثالی سے ہے اگرچہ ان کے مذہب کی کوئی صراحت عقیدہ طحاویہ کی مذکورہ بالا عبارت میں نہیں ہے لیکن لفظ برزخ کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور اجمالی عبارت نقل کر دی۔

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی اسی طرح کی مکمل عبارت بھی نقل فرمائی اور پھر ساتھ میں عذاب کا محل بھی بتلا دیا کہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور پہلے فرما چکے ہیں کہ روح کا تعلق جسم مادی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہی صحیح اور راجح مذہب ہے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر غور کیجئے مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جسم مادی قبر میں ہوتا ہے۔پس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے اس اشاعتی عقیدے کی صراحتاً تردید ہوتی ہے کہ عذاب وثواب برزخ میں جسم مثالی کو ہوتا ہے۔

نیز اس تقابل سے ثابت ہوا کہ مولوی صاحب اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے، نظریے، انداز تحقیق، اکابر کی عبارات کو نقل کرنے کے مزاج میں شرق وغرب، زمین وآسمان کا فرق ہے۔

امیر اشاعت اور حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی عبارات میں تضاد

مولوی صاحب قبر میں عذاب وثواب کی نفی کرتے ہوئے سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرتے ہیں: ''ودر قبر اصلاً تعلق روح ببدن نیست'' (مشکلات القرآن ص ۱۳)

اور قبر میں اصلاً روح کا بدن سے تعلق نہیں ہوتا۔ (مسلک الاکابر ص ۲۶)

لیکن خود ہی آگے چل کر لکھتے ہیں: ''البتہ اس دنیاوی یا عرفی قبر اور اس جسد عنصری کے ساتھ بھی عذاب وثواب کا (ایک تعلق) ہے لیکن ہم اس تعلق کی حقیقت اور کیفیت کو نہیں جانتے۔''

یہ بات بھی واضح ہے کہ اہل سنت میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں کہ روح کے بغیر، جماد جسم کو عذاب وثواب ہوتا ہے بلکہ روح سمیت جسم کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔مولوی صاحب یہ سمجھا دیں کہ اصلاً تعلق کی نفی فرمائی اور مولوی طیب نے ایک گونہ تعلق مانا ہے۔(حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق فیض الباری کے حوالے سے مفتی رشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ میں سامنے آچکی ہے)

مذکورہ بالا تقابل اور جائزہ سے قارئین کرام کو رسالہ ''مسلک الاکابر'' کا انداز معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس میں اکابر کی عبارات نقل کر کے ان سے اپنا مطلب تو نکالا گیا ہے۔لیکن اکابر کے اصل مذہب ومسلک کو امت کی نظروں سے اوجھل رکھا ہے۔ارادہ تھا کہ اس پورے رسالے کی ہر ہر عبارت کو نقل کر کے قارئین کے سامنے اس کی حقیقت کھول دوں، لیکن سنا ہے کہ بعض علماء نے اس رسالے پر مستقل کام کر کے عوام کو مؤلف کی فریب کاریوں سے آگاہ فرمایا ہے۔اگر راقم کو وہ رسالے مل گئے اور واقعتاً وضاحت ہو چکی ہے تو بہت اچھا، ورنہ خود ہی اس کا پول کھولنے کا ارادہ ہے جو مستقل تحقیق اور تصنیف ہوگی۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)

دست بدعا

اے اللہ! ہم پر حق واضح فرما کر اسے قبول کرنے کی توفیق عطاء فرما اور تادم حیات اس پر استقامت عطاء فرما۔اے اللہ! ہم پر باطل کا بطلان ظاہر کر کے اس سے ہم کو دور رکھ اور دنیا میں جمہور اہل السنۃ والجماعت کا دامن تھامے رکھنے کی توفیق عنایت فرما اور آخرت میں صالحین مؤمنین کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔آمین بوسیلۃ سید الانبیاء والمرسلین الذی حی فی قبرہ بجسدہ العنصری!

(نوٹ) اس کے بعد حضرت الامام البیہقی کے رسالہ حیات الانبیاء اور حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ انباء الاذکیاء کو عربی متن اور ترجمہ کے ساتھ مؤلف نے اپنی اس کتاب کے ساتھ شائع کیا۔چونکہ یہ دونوں رسائل اس مجموعہ میں پہلے سے شامل اشاعت ہیں۔اس لئے کتاب کے اس آخری حصہ کے ان دونوں رسائل کو یہاں سے ہم نے حذف کر دیا ہے۔(مرتب: عتیق)